Due date
25.06.2010

05	06	2010
05	06	2011

مکمل ڈرامہ

اسیرِ حرص



اور

تنقیدی جائزہ

آغا حشر کاشمیری

(ترتیب)

ڈاکٹر محمد شفیع مکرانی

آ 111

جملہ حقوق بحقِ مرتب محفوظ ہیں

بارِ اوّل جنوری ۱۹۸۴ء

قیمت بارہ روپے

مطبوعہ نظامی پریس لکھنؤ

12



ALLAMA IQBAL LIBRARY



257632

Kashmir University
Iqbal Library
Acc. No. 257632
Dated 27-2-86

(ناشر)

اُردو پبلشرز، نظیر آباد لکھنؤ

اِنتساب

والِد محترم جناب پناہ محمد پناہ مہولوی

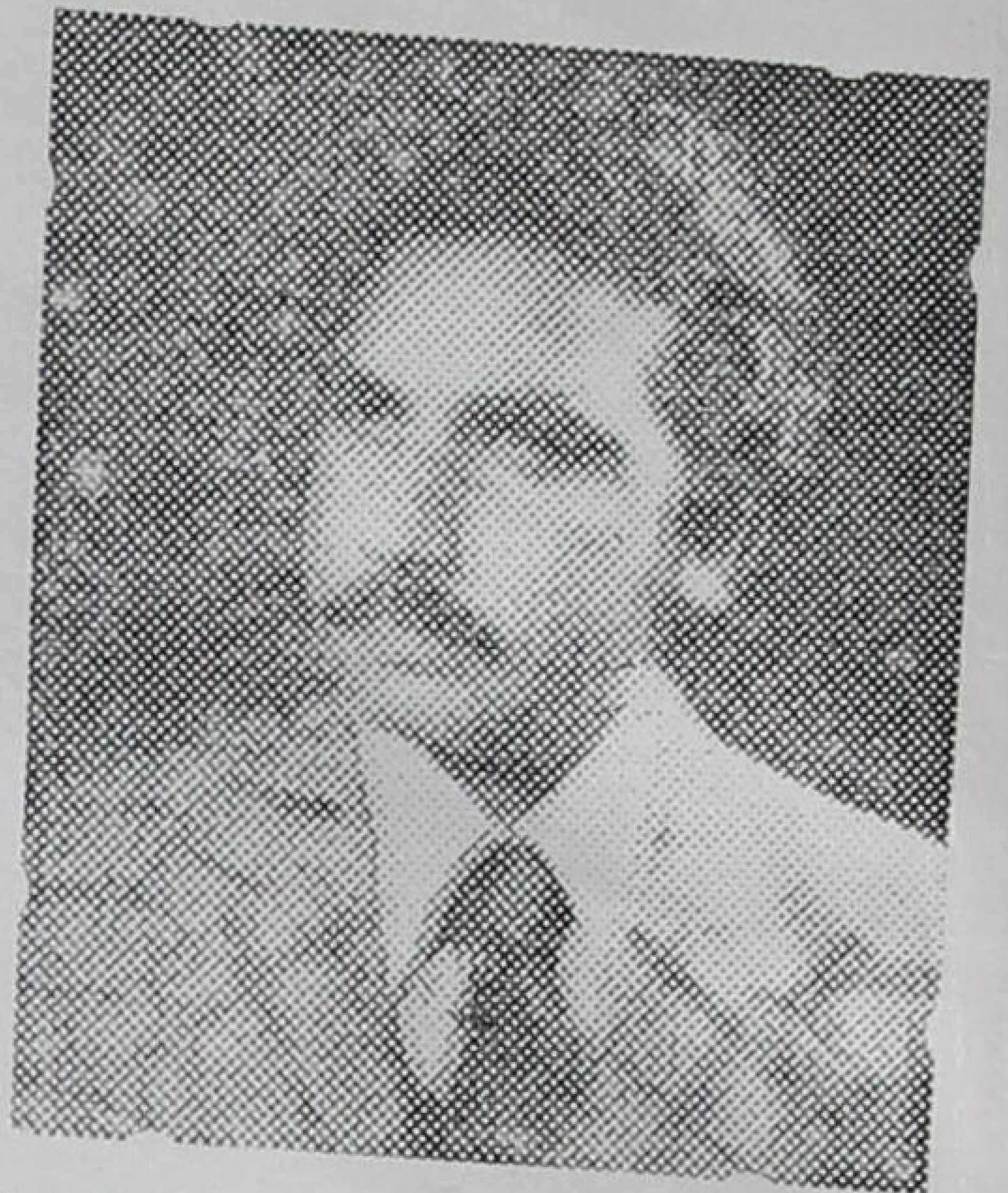
کے نام

جنکی شفقتوں کے بغیر یہ کام

ممکن نہیں تھا




Allama Iqbal Library
257632



نام	:::::	ڈاکٹر محمد شفیع مکرانی
تعلیم	:::::	ایم اے، پی. ایچ ڈی
پیدائش	:::::	۱۹ر جون ۱۹۵۰ء
بمقام	:::::	مہوبار ضلع ہمیرپور

والد محترم پناہ مہوبوی بندیل کھنڈ کے مشہور شاعر اور ادیب ہیں اسلیئے ادبی ماحول ورثہ میں ملا۔ جنگ آزادی کے مشہور سپاہی شیخ خدا بخش جھانسوی میرے نانا تھے اُن سے میں بے حد متاثر ہوا۔ شہناز جیسی شریک حیات، مشرق جمیل، وجے، پروفیسر گرگے جیسے دوستوں، استاد محترم ڈاکٹر صدیقی، جی بی چوکسے اور شیو کمار ایم پی میرے لڑکھڑاتے ہوئے قلم کو وقتاً فوقتاً سہارا دیا اور اس مقام پر پہنچایا۔

اسیر حرص پر مقدمہ لکھ کر اور اسے ٹھیک روپ میں شائع کرا کے گویا آغا حشر کاشمیری سے لیے ہوئے قرض کی پہلی قسط ادا کر رہا ہوں

(ڈاکٹر) محمد شفیع مکرانی
صدر شعبۂ اردو فارسی
سیواسدن ڈگری کالج، برہانپور



فہرست مطالب

حرفِ آغاز

جب سے آغا حشر کشمیری کا انتقال ہوا۔ یہ بات شدت سے محسوس کی جاتی ہے کہ ان کے بھی ہندی۔ اُردو کے ڈراموں کو چھپ کر منظرِ عام پر آنا چاہیے۔ بہت سے معتبر اشخاص نے کوششیں بھی کیں مگر کسی نہ کسی وجہ سے یہ کام پایۂ تکمیل پر نہ پہنچ سکا۔ کچھ ڈرامے چھپے بھی ہیں لیکن ان میں اسی قدر اغلاط ہیں کہ ذہن الجھ کر رہ جاتا ہے۔ اس کی کچھ اہم وجوہات ہیں۔

(۱) آغا حشر کے ڈرامے بنارس، بمبئی، مدراس، حیدرآباد، کلکتہ، جیر کھاری اور لاہور وغیرہ جیسے مختلف شہروں میں لکھے گئے اسلئے ٹھیک طرح سے ایک جگہ اکٹھے نہیں ہو سکے۔

(۲) جو کمپنی ڈرامے لکھواتی تھی وہ چاہتی تھی کہ ڈراما دوسری کمپنی تک نہ پہنچے۔

(۳) ڈرامے محدود کاپیوں میں چھپتے تھے۔

ان باتوں کے علاوہ ایک بات اور بھی تھی وہ یہ کہ کچھ ڈرامے ایک ہی

نام سے لکھے گئے مگر ان کا مواد الگ الگ تھا۔ مثال کے طور پر میں ڈرامہ "آنکھ کا نشہ"، پیش کرتا ہوں۔

آغا حشر نے کلکتہ قیام کے دوران اپنی کمپنی کے لئے "آنکھ کا نشہ" لکھا تھا جو بے حد کامیاب ہوا اس کی مقبولیت کو دیکھ کر مدن تھیٹر کے مالک مدن سیٹھ نے محسوس کیا کہ یہ ڈرامہ بہت اچھا بزنس دے سکتا ہے اس لئے اُسے آغا حشر سے خریدنا چاہا۔ آغا حشر ان کے یہاں نوکری کر چکے تھے اور مدن سیٹھ تھیٹر کی دنیا کی اہم شخصیت تھے۔ اس لئے حشر انکار نہیں کر سکے لیکن وہ اس ڈرامے کو کسی بھی قیمت پر فروخت نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے انھوں نے اصل ڈرامے سے ملتا جلتا ایک ڈرامہ خود اُمرتب کیا اور مدن سیٹھ کے یہاں بھیج دیا جس سے وہ بھی خوش ہو گئے اور آغا حشر کا کام بھی ہو گیا۔ مدن سیٹھ نے اسے شائع بھی کرا دیا۔ آغا حشر کی کمپنی کسی وجہ سے بند ہو گئی اور اصل ڈرامے کو دوبارہ منظر عام پر لانے کا موقع نہیں ملا مگر جب کھاری میں انھیں سبھی طرح کی سہولتیں میسر ہوئیں تو انھوں نے یہاں یہ ڈراما اسٹیج بھی کرایا اور اسٹیٹ کے "دلسن پریس" سے ۱۹۲۶ء میں محدود کاپیوں میں چھپوایا بھی۔ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کلکتہ والا ڈراما بزنس کے نظریہ سے چھپوایا گیا تھا اس لئے خوب تشہیر ہوئی اور لوگوں نے اُسے خوب خریدا۔ یہ بات الگ ہے کہ وہ نقلی تھا مگر جرکھاری والا ڈرامہ مہاراجہ چرکھاری نے شوقیہ چھپوایا تھا اور چند کاپیوں میں تاکہ محفوظ رہے اس لئے وہ پبلک تک نہیں پہنچ پایا۔ یہی نہیں اس کے بعد یہی ڈرامہ طرح طرح سے چھاپا گیا جس کا اصل ڈرامے سے دور دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ ان حالات میں قارئین و ناقدین کے پاس وہ ڈرامے پہنچ سکے جو زیادہ تعداد میں شائع ہوئے۔

یہی کہانی آغا حشر کے تقریباً سبھی ڈراموں کے ساتھ چلتی ہے آغا حشر کی زندگی میں دیا رسنگھ اینڈ سن لاہور نے۔ ایس سنت سنگھ لاہور اور نارائن دت سہگل لاہور نے اردو میں د کور نیتھیں تھیٹر کلکتہ اور دلسن پریس چر گھاری نے ہندی میں کچھ ڈرامے شائع کئے تھے۔

ان کے انتقال کے بعد ہندی میں تو ان کے نام سے بہت سے ڈرامے چھپے جن میں بعض آغا حشر کے ہیں ہی نہیں۔ کچھ میں صرف ڈرامے کا اور آغا حشر کا نام ہے باقی ترجمے الٹ داد کے نام پر لوگوں نے اپنے ڈرامے چھاپ دیئے اور کچھ واقعی ان کے ہی ڈرامے ہیں تو اس قدر غلطیاں ہیں کہ ڈراموں کا حلیہ ہی بدل گیا ہے۔

اردو میں آغا حشر کے دوست مظفر شمیم اور سید وقار عظیم کا ہمیں احسان مند ہونا چاہیئے کہ انھوں نے وقت کی گرد کے تلے دبے ہوئے کچھ ہیروں کو نکال کر انھیں صاف کیا اور عوام کے سامنے پیش کر دیا یہ بات الگ ہے کہ انھیں آغا حشر کے ڈراموں کے روپ میں دبے ہوئے تمام ہیرے نہ مل سکے اور رہ جو انھیں ملے ان کی پوری گرد بھی نہیں ہٹا سکے مگر یہ کیا کم ہے کہ وہ منظر عام پر آ گئے۔ اس کے بعد آغا حشر کے جتنے ڈرامے شائع ہوئے یا اقتباسات پیش کئے گئے ایسا لگتا ہے سب نے انھیں دونوں کے شائع کئے ہوئے ڈراموں کی نقل کی ہے کیونکہ جو اغلاط اور کمیاں ان کتابوں میں پائی جاتی ہیں وہ ہر ایک کے یہاں موجود ہیں۔

انھیں سب باتوں کی وجہ سے آغا حشر کے ڈرامے ٹھیک طرح سے منظر عام پر نہیں آ سکے جس کی وجہ سے آغا حشر کی ڈرامہ نگاری اور ان کی صلاحیتوں کا

ٹھیک اندازہ نہیں ہو سکا ناقدین و سامعین کے سامنے جو ڈرامے چھپ کر آئے
وہ ان کی ڈرامہ نگاری کی صحیح تصویر ابھارنے میں کامیاب نہیں ہو سکے اور آغا حشر
کو اُردو ہندی ادب میں وہ مقام حاصل نہیں ہو سکا جس کے وہ مستحق تھے۔

آغا حشر کاشمیری کے سبھی اُردو ہندی کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ ڈراموں میں
سے بیشتر بفضل الٰہی میرے پاس محفوظ ہیں جنھیں اصلی اور ٹھیک کہا جا سکتا ہے
یہ ڈرامے بندہ خاکسار کو اس وقت مختلف شہروں سے دستیاب ہوئے جب میں
پی۔ ایچ ڈی۔ کی ڈگری کے لئے "آغا حشر کے ڈراموں کا تنقیدی مطالعہ" عنوان
کے تحت مقالہ تیار کر رہا تھا جب میں نے انھیں ان تمام کسوٹیوں پر کس لیا
جو میرے نزدیک ضروری تھیں اور میں مطمئن ہو گیا کہ یہ آغا حشر کے ہی ڈرامے
ہیں اور صحیح بھی ہیں تو اب میں اپنا اوّلین فرض سمجھتا ہوں کہ انھیں عوام کے
سامنے پیش کر دوں جن کی مدد سے آغا حشر اور ان کے فن پر نئے نئے زاویوں
سے روشنی پڑے گی۔

اس سلسلے کے تحت خاکسار کا تحقیقی مقالہ اور آغا حشر کے سبھی ڈرامے
شائع ہو کر انشاء اللہ جلد سے جلد منظر عام پر آجائیں گے تو یقیناً دنیا کے
سامنے آغا حشر کی ایک نئی تصویر ابھر کر سامنے آئے گی۔

ڈاکٹر محمد شفیع مکرانی
صدر شعبہ اردو۔ فارسی
سیوا سدن ڈگری کالج برہانپور

آغا حشر پر ایک نظر

آغا حشر کے آباؤ اجداد کشمیری شیخ اور پیرزادے تھے ان کے والد غنی شاہ ۱۸۶۶ء میں اپنے ماموں سید احسن شاہ عرف پیرجی کے ساتھ بنارس تک آئے اور یہیں کے ہو رہے۔ یہیں ان کی شادی اپنے ماموں کے دوست شیخ عبدالرحمٰن کی چھوٹی صاحبزادی سے ہوئی ان کے کچھ رشتہ دار امرتسر میں بھی رہتے تھے۔ غنی شاہ ایک بار اپنی بیوی کے ساتھ امرتسر گئے یہیں اونی شال کی دوکان کھول لی اسی درمیان آغا حشر ۴ اپریل ۱۸۷۹ء بروز جمعہ مطابق ۱۱ ربیع الثانی ۱۲۹۶ھ کو پیدا ہوئے۔

زمانے کے مطابق اردو فارسی اور عربی کی تعلیم گھر پر ہی ہوئی اور والد غنی شاہ نے اپنی دوکان امرتسر سے بنارس منتقل کر لی آغا محمد شاہ جو بعد میں حشر مشہور ہوئے یہاں جے نارائن کالج میں داخل کر دئے گئے۔ اس وقت

بنارس ادب کا گہوارہ تھا خوب مشاعرے بھی ہوا کرتے تھے آغا محمد شاہ کو بھی شوق ہوا۔ حشرؔ تخلص رکھا اور مرزا محمد حسن فائزؔ سے اصلاح لینے لگے۔
۱۸۹۶ء میں تمبو چند گھٹک کی تھیٹریکل کمپنی بنارس آئی کسی بات پر آغا حشر ناراض ہو گئے اور "مرقع الاخبار بنارس" میں کمپنی کے خلاف ایک مضمون شائع کرا دیا یہی وہ وقت تھا جب آغا حشر ڈرامے کی طرف راغب ہوئے۔

آغا حشر کی طبیعت بنارس میں نہیں لگی کیونکہ یہاں انھوں نے اپنا لکھا ہوا ڈرامہ "آفتاب محبت" الف خاں حباب اور احسنؔ لکھنوی کو دکھایا مگر انھوں نے کوئی حوصلہ افزائی نہیں کی بلکہ کہا "لونڈا ہے کیا جانے" آغا حشر نے سوچا ایسے کام نہیں چلے گا بمبئی جانا چاہیئے جو اس وقت تھیٹریکل کمپنیوں کا مرکز تھا گھر سے بھاگ کر بمبئی پہونچے یہاں الفرڈ کمپنی کی دھوم تھی اور احسنؔ اس کے ناخدا تھے آغا حشر نے بہت کوشش کی مگر کمپنی میں کام نہ مل سکا۔ چونکہ احسنؔ "آفتاب محبت" کو نیو رد دیکھ چکے اس لئے انھوں نے حشر کو کامیاب نہیں ہونے دیا آغا حشر کو یہ ندامت کھائے جا رہی تھی کہ اب کس منھ سے گھر واپس جائیں کہ اسٹیشن پر ایک پرانے دوست سے ملاقات ہوئی وہ انھیں الفرڈ کمپنی کے مالک کاؤس جی پالسن جی کھٹاؤ کے پاس لے گئے اور سب حال کہہ سنایا وہ اس وقت چائے نوش فرما رہے تھے۔

انھوں نے آغا حشر سے "چائے کی پیالی" کے بارے میں کچھ اشعار کہنے کی فرمائش کی آغا حشر نے فوراً ایک نظم کہی اور سنا دی وہ بہت خوش ہوئے اور انھیں ۳۵ روپئے ماہوار پر منشی کی حیثیت سے کمپنی میں رکھ لیا یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس وقت احسنؔ کی تنخواہ ساٹھ روپے تھی۔

حشر کو نوکری تو مل گئی مگر پیر جمانے کے لئے کوئی ایسا کارنامہ کرنا چاہتے تھے
احسن سے بازی مار لے جائیں ۔ ادھر کاؤس جی نے فرمائش کر رکھی تھی کہ کسی انگریزی
ڈرامے کا ترجمہ کر ڈالو ۔ وہ تھیٹر ونگ میں ایک ٹوٹی کرسی پر بیٹھ کر بکس کو میز بنا
کر کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے ۔ اسی زمانے میں ایک یوریشین میم اس کمپنی میں ملازم تھی
جسے اردو اور انگریزی پر بیک وقت قدرت حاصل تھی ۔ آغا حشر سے وہ بہت
متاثر ہوئی اور اس نے وہ سبھی ڈرامے آغا حشر کے حوالے کر دیئے جن کا ترجمہ
اس نے اپنے طور پر انگریزی سے اردو میں کر رکھا تھا ۔ اب کیا تھا حشر کو منھ مانگی
مراد ملی اور وہ ڈرامہ نگاری کی دشوار گزار راہوں میں اس شان سے چلے کہ کوئی
ان کی گرد کو بھی نہ پا سکا ۔ اسی زمانے میں بمبئی کے مشہور شاعر حکیم تجمل حسین سے آغا حشر
کی ٹھن گئی اور انھوں نے حکیم صاحب اور ان کے شاگردوں کے اعتراضات سے
بچنے کے لئے اپنی شاعری کو فنی عیوب سے پاک کر لیا ۔ اسی دوران مشہور زمانہ
شاعر داغ کے بھی شاگرد ہوئے جس سے شاعری میں نکھار پیدا ہو گیا ۔ مولانا ابوالکلام
آزاد کے ساتھ ایک ہی کمرے میں رہنا ، پادریوں اور آریہ سماجیوں سے مناظرے
کرنا بھی انھیں خوب راس آیا جس کا بھرپور استعمال انھوں نے زندگی بھر اپنی
ڈرامہ نگاری میں کیا ۔

آغا حشر اپنی زندگی کا پہلا ڈرامہ " آفتاب محبت " بنارس میں لکھ چکے تھے
جو جواہر اکسیر پریس بنارس میں سنہ ۱۸۹۷ء میں شائع ہوا تھا ۔ دوسرا ڈرامہ انھوں
نے بمبئی آ کر الفرڈ کمپنی کے لئے سنہ ۱۸۹۹ء میں لکھا جس کا نام " مرید شک " تھا
اسی سال ایک ڈرامہ اور لکھا جس کا نام " مارِ آستین " تھا ۔ اب آغا حشر کی تنخواہ

پچھتر روپئے ماہوار ہوگئی تھی اور ان کا قلم بھی تیزی سے چلنے لگا تھا اسی دوران
انھوں نے شریڈن کے "پیزارو" کو سامنے رکھ کر ایک خوبصورت ڈرامہ تصنیف فرمایا
نام رکھا "اسیر حرص" جس نے سارے ہندوستان میں تہلکا مچا دیا۔ ڈرامے
کے شوقین اس ادیب کو دیکھنے کے لئے بیتاب ہو اٹھے جس نے "اسیر حرص"
لکھا تھا۔ جن کمپنی مالکان نے "آفتاب محبت" کو ایک نظر دیکھنا گوارہ نہ کیا تھا
اب حشر کے پیچھے پیچھے پھرنے لگے۔ اردو ادب کے افق پر ایک درخشاں ستارہ
نمودار ہو چکا ہے اس بات کا احساس اس وقت ہندوستان کے ہر ادیب کو
ہو چکا تھا۔ آغا حشر ایک سو پچاس روپئے ماہوار پر "نوروزجی پری" کی کمپنی سے
وابستہ ہو گئے اور ۱۹۰۱ء میں "میٹھی چھری عرف دورنگی دنیا" کے نام سے ایک
ڈرامہ لکھا بعد میں اسی کمپنی کے لئے "دام حسن" تصنیف کیا ۱۹۰۲ء جسے بعد میں
الفرڈ کمپنی کے لئے "شہید ناز" کے نام سے دوبارہ لکھا ۱۹۰۵ء اسی سال
کے آخر میں آغا حشر نے وکٹوریہ تھیٹریکل کمپنی کے لئے "ہارا جیتا" کے نام سے
ایک ڈرامہ لکھا، خورشید جی مہربان جی بالی والا کی کامیابی کو دیکھ کر دادا
بھائی ٹھونٹی نے آغا حشر کی تنخواہ دو سو روپئے مقرر کر دی اور دوبارہ اس
ڈرامے کو لکھنے کی فرمائش کی آغا حشر نے اس بار اسے "سفید خون" کا نام انھوں
نے اسے پارسی تھیٹریکل کمپنی کے ذریعہ ۱۹۰۶ء میں اسٹیج کیا۔ اس کے بعد
"ٹھنڈی آگ" "شام جوانی" اور "نعرہ توحید" لکھے مگر یہ زیادہ مقبول نہیں
ہوئے لیکن "اسیر حرص" "شہید ناز" اور "سفید خون" جیسے کامیاب ڈراموں نے
آغا حشر کی مقبولیت کے جھنڈے گاڑ دیئے تھے۔

بمبئی میں ہر تھیٹریکل کمپنی چاہتی تھی کہ آغا حشر اس کے لئے کام کریں جو لوگ
ان سے بات کرنا پسند نہ کرتے تھے آج قدم چوم رہے تھے آغا حشر بمبئی سے
مدراس جا پہونچے کہ ذہن کو کچھ سکون ملے یہاں انھوں نے ۱۹۰۷ء میں "صید
ہوس" لکھا بعد میں بمبئی والے انھیں واپس لے آئے نیو الفریڈ کمپنی نے
صید ہوس اسٹیج کیا اس کے بعد ۱۹۰۸ء کی ابتداء میں انھوں نے اس کمپنی کیلئے
"خواب ہستی" لکھا۔ اس کے بعد آغا حشر نے سہراب جی اوگرا کے لئے وہ شاہکار
تصنیف فرمایا جس نے انھیں انڈین شکسپیر بنا دیا یہ ڈرامہ ۱۹۰۸ء کے آخر میں
لکھنا شروع کیا اور ۱۹۰۹ء کے آغاز میں اسٹیج پر آگیا تھا "خوبصورت بلا"
جس کے شو بمبئی اور دہلی کے علاوہ اور بھی کئی شہروں میں بڑی کامیابی سے
ہوئے۔ خورشید جی اس ڈرامے میں خود کاملک کا رول ادا کرتے تھے جس
وقت اس کے شو حیدر آباد میں ہو رہے تھے تو آغا حشر کی ملاقات راجہ راگھو
بندر راؤ تعلق دار حیدر آباد سے ہوئی جو ایک کمپنی کھولنا چاہتے تھے ۱۹۱۰ء میں
کمپنی کھلی بعد میں آغا حشر ہی پوری کمپنی کے مالک بن گئے اسی کیلئے انھوں نے
"سلور کنگ" لکھا۔ اس کمپنی نے ملک میں کئی شو کئے مگر زیادہ دن نہیں چل سکی
اور ٹوٹ گئی۔ آغا حشر کو بہت صدمہ ہوا اور وہ سیدھے لاہور پہونچے۔

لاہور میں اس وقت تھیٹر کے شائقین کی تعداد بہت بڑی تھی بہت سی
چھوٹی بڑی کمپنیاں وہاں قائم تھیں حشر کا استقبال بڑی گرم جوشی سے کیا گیا
۱۹۱۱ء میں حکیم احمد شجاع جیسے عظیم ڈرامہ نگار آغا حشر کے شاگرد ہوئے یہاں رہ کر
انھوں نے سب سے بڑا کام یہ کیا کہ اپنے ڈرامے شائع کرائے یا کسی معتبر ہستی کی فرمائش پر

چھاپنے کی منظوری دے دی، جن میں "بھائی دیال سنگھ اینڈ سنس" تاجران کتب
لوہاری گیٹ لاہور کے چھاپے ہوئے ڈرامے بہت مقبول ہوئے ان کتابوں
کی تشہیر سے آغا حشر کے اسوقت کے ڈراموں کا ٹھیک ٹھیک پتہ چل جاتا ہے۔

اسی زمانے میں جالندھر میں بھائی گیان سنگھ کی کمپنی خوب دھوم مچائے
ہوئے تھی جب ان کو معلوم ہوا کہ آغا حشر لاہور ہی میں مقیم ہیں تو انھیں بلوا بھیجا اور
اپنی کمپنی میں ۱۹۱۲ء میں بمشاہرہ پانچ سو روپئے ڈرامہ نگار کی حیثیت سے تقرری
فرمادی۔ اس کمپنی نے کچھ شو انبالہ میں کیے اس کے بعد امرتسر پہونچی اور
یہیں ختم ہو گئی۔ انبالہ قیام کے دوران مشہور ڈرامہ نگار محشر انبالوی شاگرد
ہوئے۔

آغا حشر کی شادی ان کے دوست حکیم فقیر محمد چشتی نے لاہور میں کرائی تھی۔
ایک لڑکا نادر شاہ پیدا ہوا مگر ۲ر ستمبر ۱۹۱۱ء کو تقریباً ۳ ماہ کی عمر میں اس کا
انتقال ہو گیا اسی صدمہ میں بیوی بھی ۳۰ر مئی ۱۹۱۲ء ۱۳۳۰ھ میں انتقال فرما گئیں
عبداللطیف تپش نے تاریخ وفات کہی ؎

"بجھا شمع شبستان وفا آہ"

۱۹۱۳ء میں لاہور رہ کر حشر نے اپنی ذاتی کمپنی کھولی اسکا نام "انڈین شیکسپیئر
تھیٹریکل کمپنی آف لاہور" رکھا۔ آغا حشر کے پہلے کے لکھے ہوئے ڈرامے اسی
میں دھڑلے سے چلنے لگے۔

اب آغا حشر اتنے مشہور ہو چکے تھے اور لاہور والے ان کا اتنا احترام کرتے
تھے کہ اقبال جیسے مشہور زمانہ شاعر بھی اس جلسہ میں نظم نہیں پڑھتے تھے جس میں
آغا حشر نظم پڑھ چکے تھے۔ انجمن حمایت اسلامیہ کے جلسوں کے لئے حشر نے

سنہ ۱۹۱۳ء کو پڑھی گئی اور سوت
متعدد نظمیں لکھیں جن میں "شکریۂ یورپ" جو ۱۶ر مارچ
زم زم" جو سنہ ۱۹۱۹ء کو پڑھی گئی بہت مشہور ہوئیں۔ اسی زمانے میں ڈراما "یہودی
کی لڑکی" تصنیف فرمایا۔ آغا حشر کمپنی لے کر لکھنؤ سے الہ آباد ہوتے ہوئے بنارس
پہنچے یہاں سے پٹنہ گئے اور آخر اس وقت کے ڈراما نگاری کے مرکز کلکتہ میں
جھنڈے گاڑ دیئے۔ یہاں کمپنی تو ٹھیک چلی مگر قسمت نے ساتھ نہیں دیا ایک حادثہ
پیش آیا اور بڑی ہڈی ٹوٹ گئی ان کے چھوٹے بھائی آغا محمود بھی ساتھ چھوڑ کر چلے
گئے کمپنی میں ان کے بہت سے رشتہ دار تھے کمپنی انھیں کے سپرد تھی مگر انھوں نے حشر کو
دھوکا دیا بکنگ کا سارا پیسہ عیش پرستی میں اڑا دیا۔ حشر کمپنی کی بگڑتی حالت دیکھ کر
پریشان سے رہتے مارواڑیوں کا نذر کیا ہوا روپیہ بھی لگاتے جاتے مگر کمپنی نہیں
سنورتی جب کلکتہ سے چلنے لگے تب کمپنی کے ایک آرٹسٹ لالہ رامچندر نے انھیں
خبر دی کہ کہاں گھپلہ ہو رہا تھا مگر اس وقت بہت دیر ہو چکی تھی۔ کمپنی امرتسر گئی اسکے
بعد سیالکوٹ جاکر ختم ہو گئی اور اپنی لٹی پٹی کمپنی لے کر پھر کلکتہ واپس آ گئے اس وقت
کلکتہ میں "مدن تھیٹرس" کی دھوم تھی جسے "میڈان تھیٹرس" بھی کہا جاتا تھا آغا حشر کو
کمپنی کے مالک نے بڑی خوشی سے ایک ہزار روپئے ماہوار پر ڈراما نگار کی حیثیت
سے کمپنی میں رکھ لیا۔ آغا حشر اس کمپنی سے تقریباً پانچ برس منسلک رہے اس بیچ
انھوں نے پبلک اور ماحول کا خیال رکھ کر بھارت رمنی سنہ ۱۹۱۴ء، بلوا منگل سنہ ۱۹۱۷ء
شیر کی گرج سنہ ۱۹۱۵ء، اور دھرمی بالک سنہ ۱۹۲۰ء میں لکھے۔ مدن صاحب کے بیٹے
فرام جی نے ایک فلم کمپنی قائم کی جس میں حشر نے ڈائرکشن بھی دیا اور ایکٹنگ بھی
کی پیشنس کیوپر کے ساتھ انھوں نے کئی فلموں میں کام بھی کیا۔ اپنے ڈرامے بھارت رمنی

بردھی) فلم بنائی جس میں "تانترک" کا رول خود ادا کیا۔ اس کے بعد انھوں نے
[illegible] اور "ہندوستان قدیم و جدید" ۱۹۲۱ء میں لکھے اور جو
ترمیم شروع کیا یہ ۱۹۲۲ء میں مکمل ہو گیا اور ۲۲ دسمبر ۱۹۲۲ء کو اس کا پہلا شو مدن تھیٹرس نے کیا۔ ۱۹۲۲ء میں پہلا بار
دیا گیا اور ۱۹۲۳ء کو پارسی الفنسٹن ڈرامیٹک کمپنی نے اس کا شو کیا
۱۹۲۴ء میں مشہور ڈرامہ "آنکھ کا نشہ" لکھا جسے "مدن تھیٹرس" کے اسٹیج پر دکھایا گیا
جس وقت گاندھی جی کو "ینگ انڈیا" میں قابل اعتراض مضمون چھاپنے پر ۶ برس
کی سزا ہوئی ترک موالات تحریک سرد پڑنے لگی آغا حشر نے بھی دیش کی سیاست میں
حصہ لینا چاہا مگر دوستوں نے سمجھایا کہ آپ ڈرامہ نگاری کے ذریعہ ہی ملک و قوم کی
زیادہ خدمت کر سکتے ہیں بس اسی وقت سے آغا حشر نے "غریب کی دنیا" لکھنا شروع
کر دیا ۱۹۲۵ء میں یہ ڈراما مکمل ہو چکا تھا اسی وقت آغا حشر نے "دل کی پیاس"
لکھنا شروع کر دیا اور وہ بھی جلد ہی پورا ہو گیا اور مدن تھیٹرس نے اسے ۱۹۲۵ء
میں اسٹیج کیا اس کے بعد آغا حشر نے کوئی نیا ڈراما شروع نہیں کیا بلکہ اپنے
ڈرامے پر نظر ثانی کرنے لگے جسے ۱۹۱۸ء میں "عشق و فرض" کے نام سے لکھ
چکے تھے اس کو انھوں نے ۱۹۲۶ء تک نئے قالب میں ڈھال دیا اور نام رکھا
"رستم و سہراب"

نومبر ۱۹۲۵ء کو مہاراجہ ہری کاری امر سنگھ جو دیوا اپنے مصاحبین محمد
یحییٰ علوی (پرائیویٹ سکریٹری) اور امید خاں صاحب (اے۔ ڈی۔ سی) وغیرہ کے
ساتھ کلکتہ گھومنے آئے تو کورنتھین کمپنی کی دھوم تھی اور ڈراما "آنکھ کا نشہ" چل رہا
تھا۔ کسی بات پر مہاراجہ ہری کاری کے مصاحبین اور کمپنی کے منیجر کے بیچ کہا سنی ہو گئی

اور مہاراجہ نے کمپنی خرید لی۔ بہت سے ایکٹروں کو انھوں نے چرکھاری لے جانے کیلئے
راضی کرلیا جن میں آغا حشر بھی تھے ساتھ ہی مشہور سوسیفا رداؤد خان، اداکاروں میں
پنڈت رام داس نگار یچ الیکٹر، گووند رام، گنپت لال ڈانگی، چھپل چند، کھیم راج پوار
اور لچھمن داس جیسے اسٹیج کے ستارے تھے جو پہلے کمپنی میں آغا محمود کے ساتھ
اسکے بعد میں آغا حشر بھی جنوری ۱۹۲۷ء کو چرکھاری پہنچے انکے ساتھ بھی تقریباً
گیارہ اداکار تھے۔ آغا حشر کے ڈائرکشن میں چرکھاری میں سب سے پہلے مدھر
مرلی" ہوا۔ مہاراجہ بہت خوش ہوئے اور میلا گراؤنڈ چرکھاری میں ایک شاندار
تھیٹر ہال تعمیر کرنے کا ارادہ کرلیا۔ آغا حشر کے لئے پندرہ سو روپے ماہانہ تنخواہ مقرر
ہوا قیام و طعام کا بھی اتنا معقول انتظام تھا کہ آج بھی اس کوٹھی کو دیکھنے سے تماشہ
لگتا ہے جو آغا حشر کے رہنے کو دی گئی تھی۔ مہاراجہ نے آغا حشر سے فرمائش کی کہ
"راماین" کی کہانی پر کوئی ڈراما لکھیں کیونکہ یہ ڈراما یہاں کے ماحول کے مطابق
ہوگا اور بہت پسند کیا جائے گا۔ آغا حشر "سیتا بن داس" کے عنوان سے کلکتہ
قیام کے دوران ایک ڈراما لکھ چکے تھے انھوں نے اس کے کچھ حصے مہاراجہ کو
اس طرح سنائے کہ وہ کیف و سرور سے جھوم اٹھے آغا حشر نے چرکھاری میں قیام کے دوران
دوبارہ لکھا ۱۹۲۷ء میں میلہ لگنے کے وقت شاندار ہال میں یہ ڈراما پیش کیا گیا۔
مہاراجہ چرکھاری نے "دلس پریس چرکھاری" میں اسے پہرہ لگا کر صرف تین کاپیوں
میں چھپوایا تھا تاکہ کوئی اس کی نقل نہ اتار سکے اس کے بعد آغا حشر نے "رام اوتار"
ڈراما لکھا جو اس وقت بہت مشہور ہوا اس کی کہانی بھی "راماین" سے ماخوذ ہے ۱۹۲۷ء
میں یہ ڈراما بھی اسٹیج پر آگیا تھا۔ ۷ مارچ ۱۹۲۸ء کو شام کے وقت آغا حشر

چرکھاری سے بنارس کے لیے روانہ ہوئے ایک دن جھوبا دھیر پور میں قیام کیا کیوں کہ
قریبی ریلوے اسٹیشن یہی تھا۔ اس کے بعد ۳۰ مئی ۱۹۲۸ء کو بنارس پہنچے چونکہ
۳۱ مئی ۱۹۲۸ء کو عید تھی اور "حشر" عید میں بنارس پہنچنا چاہتے تھے اس لیے
مہاراجہ چرکھاری نے انھیں اجازت دے دی تھی۔ آغا حشر زیادہ دن بنارس
نہیں رہ سکے واپس کلکتہ پہنچ گئے آغا حشر نے محسوس کیا کہ اب اسٹیج کی بنیادیں
ہل دی ہیں اور اب بولتی فلم کا جادو چلے گا اس لیے انھوں نے مدن تھیٹرس
کے مالک فرام جی کی فلم کمپنی میں خود بھی ڈرامے لکھے اور دوسرے مصنفین کے
ڈراموں پر مکالمے بھی لکھے جن میں "شیریں فرہاد" "دل کی آگ" "قسمت کا شکار" اور
"آتشی طوفان" وغیرہ بہت پسند کیے گئے اس کے بعد ۱۹۳۲ء میں وہ موتی لال چمڑیا
کی ایسٹ انڈیا فلمی کمپنی سے وابستہ ہو گئے اور مشہور زمانہ ڈرامہ عورت
کا پیار کو بہت ہی خوبصورت انداز میں پیش کیا گیا اس کے ڈائرکٹر آغا حشر کے
شاگرد کاردار جی اور ہیروئن ان کی نور نظر مختار بیگم تھیں۔ آغا حشر کی تحریروں میں
بلا کا جادو تھا ہر فلم کمپنی چاہتی تھی کہ آغا صاحب اس کے لیے کام کریں "نیو تھیٹرس"
والوں نے انھیں اپنی کمپنی کے لیے راضی کر لیا۔ "یہودی کی لڑکی" لکھا جس کے
ڈائلاگ لکھنے کا معاوضہ انھوں نے ۱۹۳۳ء میں پندرہ ہزار روپیے لیا تھا۔ اس
فلم میں سہگل ہیرو اور رتن بائی ہیروئن تھیں نواب کشمیری نے یہودی کا رول کیا تھا
کمپنی کے مالک بی۔ این۔ سرکار نے انھیں چنڈی داس اور دیوداس کے ڈائلاگ
لکھنے کے لیے بھی راضی کر لیا جو بہت مقبول و مشہور ہوئے۔
اب آغا حشر کی صحت جواب دینے لگی تھی وہ کلکتہ سے لاہور روانہ ہو گئے

"یہودی کی لڑکی" کی مقبولیت دیکھ کر حشر فلمی دنیا کی طرف راغب ہو گئے لاہور پہنچ کر ان کی ملاقات پرانے شاگرد مشہور ڈراما نگار حکیم احمد شجاع " سے ہوئی جو اس وقت پنجاب کی ایک اہم شخصیت بن چکے تھے۔ شاگرد اور استاد مل بیٹھے نتیجہ میں حشر پکچرس (فلم کمپنی) کی بنیاد پڑی۔ آغا حشر نے طے کیا کہ کمپنی کی پہلی فلم ان کے شاگرد شجاع کے مشہور ڈرامے "بھیشم پرتگیا" پر مبنی ہو گی۔ حکیم احمد شجاع نے بہت چاہا کہ حشر اپنے ہی کسی ڈرامے پر فلم بنائیں مگر "حشر" کے آگے کس کی چل سکتی تھی۔ فلم بن رہی تھی اور آغا حشر کی صحت جواب دیتی جا رہی تھی وہ اٹھنے بیٹھنے سے لاچار ہو گئے۔ مختار بیگم ان کے ساتھ ہی رہ کر ان کی خدمت کرتی تھیں۔ آخری وقت میں ان کا پیٹ بہت سخت ہو گیا تھا اور آخر یہ عظیم فنکار ۲۸ اپریل ۱۹۳۵ء کو اپنے معبود حقیقی سے جا ملا۔ ملک کے مختلف اخبار و رسائل میں اس المناک حادثہ کی خبر جلی حرفوں میں شائع ہوئی اور ملک کے مشہور شعرا نے منظوم نذرانۂ عقیدت پیش کیا ان میں نارائن پرشاد بیتاب، حکیم محمد یونس، پروفیسر عبداللطیف تپش اور فرحت قابل ذکر ہیں۔

آغا حشر کی موت ایک سانحہ تھی کہ ڈرامے کے پرستار اشکبار ہو اٹھے ملک بھر میں ان کی یاد میں جلسے ہوئے، میموریل کمیٹیاں بنائی گئیں۔ سب سے اہم کمیٹی لاہور میں بنی جس کے صدر (C. H. M) نواب احمد یار دولتانہ سکریٹری، مولانا راغب احسن سابق صدر جمعیت العلمائے اسلام مشرقی پاکستان، مشہور ڈرامہ نگار امتیاز علی تاج اور مظفر حسین ہوئے کمیٹی کے ارکان میں ملک کے مشہور شاعر سر ڈاکٹر محمد اقبال سے لے کر چودھری سر شہاب الدین تک شامل تھے اس میموریل کمیٹی نے آغا حشر کے

ڈراموں کو چھپوانے کا ارادہ کیا مگر اتنے مشہور و معروف لوگ بھی کئی وجوہات کی
بنا پر کامیاب نہیں ہو سکے۔ اس کے بعد ڈرامے کے پرستاروں اور آغا حشر کے
دیوانوں نے نہ جانے کتنی کمیٹیاں بنائیں، ڈراموں کو چھپوانے کی قسمیں کھائیں مگر
خدا کی مرضی کے سوا اسے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ اب تک آغا حشر کے سبھی ڈرامے
چھپ کر منظر عام پر نہیں آ سکے کچھ چھاپے بھی گئے ہیں ان میں سے اکثر اغلاط سے بھرے
ہوئے ہیں۔ اس لئے ضرورت محسوس ہوئی اس خزانے کی کنجیوں کا سینہ ہر شخص کے لئے
کھول دوں جو قلم الٰہی سے میرے پاس آغا حشر کے ڈراموں کے روپ میں جمع ہو گئی ہیں۔
اگر وقت نے ساتھ دیا تو انشاء اللہ اس سلسلہ کے تحت آغا حشر کے سبھی ڈرامے کلاسک
ٹھیک طور پر تبصرے کے ساتھ منظر عام پر آجائیں گے۔ جن میں سب سے بڑا فائدہ یہ ہو گا کہ
ان دھندلے ستاروں میں پھر چمک پیدا ہو جائے گی جنھیں وقت کی گرد نے ڈھک لیا ہے
اور وہ نقلی ستارے بھی ٹوٹ کر زمین پر آ رہیں گے جو وقتی طور پر اپنی مدھم روشنی سے
ڈرامہ نگاری کے افق کو روشن کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

آفتاب محبّت

پس منظر: جب وقت آغا حشر نے اپنے پہلے ڈرامے آفتاب محبت کی تخلیق کی اسوقت اس کے پیشرو "اپیرا" کا جادو سر چڑھ کر بول رہا تھا۔ اظہر علی آزاد کا [illegible] الفت منشی جوالا پرشاد برق کا معشوقہ فرنگ تقریباً ۱۸۸۵-۸۶ء میں تصنیف کیے گئے جن میں اشعار اور گانوں کا رنگ نمایاں تھا اسی زمانے میں منشی ونایک پرشاد طالب بنارسی نے ۱۸۹۸ء میں ابوالحسن یا ہارون رشید لکھا جس کے پیش لفظ میں انھوں نے فرمایا تھا کہ اس زمانے میں اردو کا ہر ناٹک اوپیرا کی شکل میں تھا اور اس کا مقصد گانا بجانا یا تفریح تھا۔ اس زمانے کے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں۔ نسیم تن پری کا انور حبشی کو جو منہ چھپائے سو رہا ہے شاہزادہ [illegible]

غزل دُھن راگ تال پشتو

نسیم تن پری

بیدار خواب سے ہو خدارا شتاب تو — دکھلا دے مجھ کو اپنا رخ ماہتاب تو

اٹھ کر گلے سے میرے صنم جلد تر لپٹ — مجھ سے نہ کر خدا کے لئے اب حجاب تو

دیدار کا ہے تیرے بہت مجھ کو اشتیاق — اے رشک ماہ منھ سے الٹ دے نقاب تو

حبشی: پائے گی میرے حسن میں دونی انقلاب تو — حبشی کا دیکھ کر مجھے دے گی خطاب تو

کالا ہوا ہے پرستاں سے میرا جسم — لائی تھی کیوں یہاں مجھے خانہ خراب تو

کیوں چھیڑتی ہے منھ نہ دکھاؤں گا میں تجھے — کیا جان پر لگائے گی کوئی عذاب تو[1]

اس کے بعد ۱۸۹۰ء میں عبدالوحید قیس کا "سنوبر شمشاد" بہت مشہور ہوا، نمونہ ملاحظہ فرمائیں

سنوبر پری جب آدم ذات سے محبت ہو گئی ہے اس پر پرستاں کی سبھی پریاں لعنت ملامت کرتی ہیں۔

پریاں

اے سنوبر تو کبھی ہو جا پرستان سے دور — ورنہ اب ہوگا ترا جسم ترا جان سے دور

آدم ذات سے ملکر ہوئی ناپاک دلہن — پاک ہونا ہے تو ہو، پر تو انسان سے دور

عیب پریوں کو پرستان کی لگایا تو نے — کام برا اپنا کیا تو نے بہت شان سے دور

سنوبر پری

غم جدائی میں اسکی ظالم کہوں میں کیا مجھ پر آ بنی ہے
جگر گدازی ہے سینہ کوبی دل خراشی ہے جاں کنی ہے
بشر جو اس طرح خاک داں میں پڑا ہے اسکی فروتنی ہے
وگرنہ قندیل عرش پر بھی اس کے جلوے کی روشنی ہے[2]

۱ـ ناٹک بزم فرخ حافظ محمد اللہ (۱۸۰۶ء) پہلا ایکٹ نواں سین

۲ـ سنوبر شمشاد عبدالوحید قیس باب پہلا سین پہلا

دھیرے دھیرے اس طرح اوپیرا مقبولیت کے عروج پر جا پہنچا اور آخر میں "گل بکاؤلی" کا زمانہ آیا جس کے بعد "اوپیرا" کا رنگ تقریباً ختم ہو گیا اور اس کی جگہ ڈرامے نے لے لی۔ "گل بکاؤلی" کو پنڈت دیاشنکر نسیم مثنوی کے روپ میں پیش کر چکے تھے جس کا چرچہ گلی گلی تھا طالب نے اسے اوپیرا کا روپ دے دیا۔

آدم ذات سے عشق کرنے کے جرم میں بکاؤلی کو راجہ اندر بددعا دیتا ہے جس کے اثر سے وہ آدھی پتھر کی ہو جاتی ہے اس منظر کو نسیم نے اپنی مثنوی میں اس طرح پیش کیا ہے۔

(راجہ اندر بکاؤلی کے رقص سے خوش ہو کر اس سے کچھ مانگنے کو کہتا ہے اور بکاؤلی بشر کو مانگتی ہے)

مانگا جو بشر پری نے بے باک	راجہ اندر ہوا غضب ناک
بولا کہ اس آدمی کی یہ تاب	لے چشمۂ آفتاب سے آب
کھو یا تجھے تیری آرزو نے	جا تیری سزا یہی ہے کہ تو
کی ہے حرکت خلاف آئیں	پتھر کا ہو جسم نصف پائیں[1]

اس کے بعد کا ذکر طالب نے اپنے اوپیرا میں یوں کیا ہے

تاج الملوک :۔ جو کچھ کہ گزرا تجھ پر ستم میرے واسطے
پتھر کی ہو گئی تو صنم میرے واسطے

---

[1] مثنوی گلزار نسیم پنڈت دیاشنکر نسیم ص ۱۵۸

کیا کیا نہ سہے رنج والم میرے واسطے
دوں تجھ پہ جان تو بھی ہے کم میرے واسطے

صدقے تری وفا پہ اے جاں بار بار ہوں
جی چاہتا ہے قدموں پہ تیرے نثار ہوں

بکاولی :- راضی رضائے یار پہ ہو جاں نثار ریئے
جیسے کہ عمر گذری ہے ویسے گزاریئے
سر شمع سا کٹائیے پر دم نہ ماریئے
منزل ہزار سخت ہو پر دم نہ ماریئے

تاج الملوک :- ہے صبر کہاں ؟ کوئی بتاتا نہیں مجھ کو
وہ کام تو کہتی ہے جو آتا نہیں مجھ کو

یہی وہ پس منظر تھا جس میں "آفتاب محبت" لکھا گیا۔ اسی ماحول میں مشہور زمانہ ڈراما "چندراولی" لکھا گیا جس کے مصنف احسن لکھنوی تھے اور اسے الفرڈ کمپنی بمبئی نے اسٹیج کیا یہی وہ ڈراما تھا جو آفتاب محبت کا سبب تالیف بنا۔

آغا حشر نے یہ ڈراما بنارس میں دیکھا اور اس کے جواب میں ۱۸۹۶ء میں آفتاب محبت لکھا۔ اور اس کمپنی کے مصنف احسن کو دکھایا چونکہ اسوقت انکی کمپنی کی دھوم پورے ہندوستان میں تھی اور وہ گھوم گھوم کر مختلف شہروں میں اپنے شو کر کے مقبولیت کے جھنڈے گاڑ رہی تھی اس لیے انھوں نے آغا حشر کے

آفتاب محبت کو "بچوں کا کھیل" کہہ کر ٹال دیا۔ یہاں اس کمپنی کی مقبولیت کے ثبوت میں حکیم احمد شجاع (مشہور ڈرامانگار، آغا حشر کے شاگرد) کی تحریر پیش کی جاتی ہے۔

میں نے اپنی زندگی میں تھیٹر کا تماشہ ۱۹۰۰ء میں دیکھا اس وقت میری عمر کوئی سات برس کی تھی اس تماشے کا نام چندراولی تھا خدا کے فضل سے اس زمانے میں میری قوت حافظہ ایسی تیز تھی کہ چندراولی کے اکثر گیت و مکالمات مجھے ازبر ہو گئے مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس تماشے میں ایک لڑکا بانسی جو مالن کا پارٹ ادا کرتا تھا جب وہ پھول جالی لے لو گاتا تھا تو تھیٹر واہ واہ کے شور سے گونج اٹھتا تھا وہ تھیٹر نکل کمپنی جمعدار کی کمپنی کے نام سے مشہور تھی نگلیشاور کے لوگ اسے بھی اندر سبھا ہی کہتے تھے میں نے اس کمپنی کے تین تماشے دیکھے "چندراولی"، "گل بکاولی اور اندر سبھا"[1]

حکیم احمد شجاع کے اس بیان سے چندراولی کی مقبولیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اس کی مقبولیت کی خاص وجہ یہ ہے کہ یہ ڈراما اس دور کے مذاق کو ذہن میں رکھ کر لکھا گیا ہے۔ چندراولی کی چند جھلکیاں دیکھیے۔

(دربار راجہ رام موہن رائے) ایکٹ پہلا سین پہلا

چوبدار:۔ شاہی دربار ہے محفل بہار ہے، اونچی سرکار ہے، دولت مدار ہے۔

---

[1] باپ کا گناہ حکیم احمد شجاع ص۵

شاہوں کی شان دیکھو، سلطنت مزاج دیکھو، راجوں کا راج دیکھو
دولت نثار ہے
شادی کی دھوم دھام، خرم ہیں خاص و عام، عشرت کی صبح و شام
ہر سو بہار ہے۔
حسن و جمال میں خوبی اقبال میں احسن سرکار ہے۔

گانا

افسرگان — راجہ جیون برسن لاگے راجہ رم جھم برسے آج جیون
زمین پر گھوم گھوم
منھ و ملک ٹھمکت، ملک فلک تلے جھوم جھوم
راجہ جیون برسن لاگے

ایک اور سین ملاحظہ فرمائیے

دربار لگا ہوا ہے راجہ اور وزیر ہیں۔ بحث چھڑی ہوئی ہے راجہ کا کہنا ہے کہ عورت ہی مرد کو بچاتی ہے اگر وہ انیار کرے تو مرد اس کی طرف دیکھے بھی نہیں وزیر اس بات کو نہیں مانتا۔ اتنے میں ایک فقیر آتا ہے۔

وزیر :- میں یہ نہیں کہتا کہ عورت میں عشق نہیں، محبت نہیں ہوس نہیں چاہت نہیں لیکن خدا نے ایسی شرم کی نقاب ان کے چہرے پر ڈالی ہے جس نے ہوس کی کردی پائمالی۔

فقیر :- فضول بات سے اپنی زبان کو تھام تو لو۔ وہ کون ایسی ہے عورت

کسی کا نام تو لو

وزیر:۔ بہت ہیں عورتیں ایسی جہاں میں عصمت دار کہ جن کے دامن عصمت کو
چھو سکا نہ غبار

فقیر:۔ اور میں خود اس کی خواہش کروں یا آزمائش کروں؟

وزیر:۔ آپ ایسا کام کریں گے؟

فقیر:۔ فرض کرو مجھے امتحان ہی لینا منظور ہو تو؟

وزیر:۔ تو آپ کو بھی ناکامی ضرور ہوگی

فقیر:۔ خیر آپ نام تو بتایئے مقام تو بتایئے۔

وزیر:۔ ہو چکا قصہ تمام سنئے اس پاکدامن کا نام
جہاں میں نام ہے حیدرادی مشہور عام اس کا
نہاں ہے پردہ عصمت میں وہ روشن ہے نام اسکا
نہ سن پائیں کلیم آئیں اگر سننے کلام اس کا
حسینان جہاں میں اس لئے ہے احتشام اس کا

راجہ:۔ حیدر نگر کے راجہ حیدر سین کی بیٹی حیدرادی؟

وزیر:۔ جی ہاں وہی مہابلی

راجہ:۔ وہ تو کنور رنجیت سنگھ کی منگیتر ہے۔

وزیر:۔ بس وہ اسی لئے بہتر ہے۔

فقیر:۔ خیر اس تکرار سے کیا مجھ کو امتحان کرنا ضرور ہے بجان و دل منظور ہے[1]

---

[1] حیدرادی احسن باب ۱ سین ۱

حیدر دہلوی کی غزلیں بھی دلفریب تھیں یہی وجہ ہے کہ ان سے آغا حشر
بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے ۔

گلنار :۔ اے ناز باغ دیکھ تو کیا یہ بہار ہے
ہر نخل گل میں صنعت پروردگار ہے
انداز سے ہر ایک گلوں کی قطار ہے
بلبل چہک رہی ہے چمن لالہ زار ہے
ہر اک خمیدہ ناز کی جھکتی ہیں ڈالیاں
غنچے چٹخ چٹخ کے بجاتے ہیں تالیاں

وہ گانا جس کا ذکر حکیم احمد شجاع نے کیا ہے کتاب کے حصہ میں
ہے احسن نے اس گانے کے ذریعہ بہت شہرت پائی ہے

دو پھول جاتی کے لو دو پھول جاتی کے لو
لے لو لے لو دو پھول جاتی کے لو
پھولوں میں پھول چنبیلی ، نرگس بڑی رسیلی
گجرے سہانے لے لو دو پھول جاتی کے لو
مالن ہوں البیلی ، پھولوں سے ہوں رنگیلی
چمپا ہے نامی یارو ، لو ہار بیر سے پیارو
ہمت نہ اپنی ہارو بیسہ ذرا نکالو
دو پھول جاتی کے لو

یہی وہ خصوصیات تھیں جن کی وجہ سے اس زمانے میں لوگ

KASHMIR UNIVERSITY
Iqbal Library
Acc. No. 257632

بہت محظوظ ہوئے اور آغا حشر بھی ڈراما نگاری کی طرف مائل ہوئے چندراولی کو دیکھ کر ہی "آفتاب محبت" لکھا مگر قصہ ایک سا ہوتے ہوئے بھی آفتاب محبت کا پلاٹ زیادہ مربوط معلوم ہوتا ہے۔ تحقیق کے بعد جو حقائق سامنے آئے ان سے یہ ظاہر ہوا کہ

(۱) یہ ڈراما، جون ۱۸۹۷ء میں پہلی بار شائع ہوا

(۲) پہلی بار اس کی ایک ہزار کاپیاں شائع ہوئیں

(۳) اس کی قیمت معہ ڈاک محصول آٹھ آنے تھی۔

(۴) جواہر اکسیر پریس بنارس سے شائع ہوا

(۵) عبدالکریم بسم اللہ خاں نے چھپوایا۔

(۶) اس کا شاہرہ آٹھ روپئے ادا کئے۔

قصہ اور ماخذ قصہ کوئی نیا نہیں ہے چونکہ چندراولی کو دیکھ کر لکھا گیا۔ قصہ وہی ہے کرداروں کے نام تبدیل کر دیئے گئے ہیں اور جہاں تہاں پلاٹ میں بھی تبدیلی کی گئی ہے چونکہ چندراولی "مثنوی زہر عشق" سے ماخوذ ہے اس لئے ہم "آفتاب محبت" کو بھی زہر عشق سے ماخوذ کیا ہوا تصور کرتے ہیں۔ قصہ کا لب ولباب یہ ہے کہ ایک بادشاہ ہمایوں کا بیٹا کوکب جوانی کی دہلیز پہ قدم رکھ رہا ہے بادشاہ نے لاکھ منتوں کے بعد اسے پایا ہے وہ بوڑھا ہو چلا ہے اس لئے اسے شاہزادے کے لیئے مناسب رشتے کی تلاش ہے جس کے لئے وہ درباریوں کو حکم دیتا ہے کہ کوئی اچھی لڑکی تلاش کرو

ایک دن شاہزادہ شکار پر جانے کی اجازت چاہتا ہے بادشاہ اس
خوف سے اجازت نہیں دینا چاہتا کہ شاہزادہ کمسن ہے مگر وہ اپنے ساتھی
نیرنگ کی بہادری کی تعریف کرکے اجازت حاصل کرلیتا ہے۔

شاہزادہ اپنی فوجی ٹکڑی اور نیرنگ کے ساتھ شکار پر جاتا ہے کچھ
عرصہ بعد دونوں اپنی فوج سے بچھڑ جاتے ہیں اور شکار کھیلتے ہوئے ایسے
مقام پر جا پہنچتے ہیں جہاں چاروں طرف پھول کھلے ہوئے ہیں خوشنما منظر ہے
فضا معطر اور پرکشش ہے۔ دونوں محو نظارہ تھے کہ چند لڑکیاں گانا گاتے
ہوئے نمودار ہوتی ہیں وہ خدا کی حمد اور باغ کی خوبصورتی بیان کرتی ہیں۔
اچانک ان کی نظر ان لوگوں پر پڑتی ہے اور سب کو تعجب ہوتا ہے کہ یہ
لوگ زنانے باغ میں کس طرح آگئے۔ دراصل وہ لڑکیوں کا جمگھٹ
شاہزادی اور ان کی سکھیوں کا تھا، نسرین شاہزادی کی پیاری سہیلی ہے۔
وہ ان لوگوں سے باغ میں آنے کا سبب اور تعارف چاہتی ہے اور تاکید
بھی کرتی ہے کہ یہ زنانہ باغ ہے یہاں نیرنگ سے کامیڈین کا کام لیا ہے
اور شاہزادہ ان لوگوں کو یہ بتانے میں کامیاب ہوجاتا ہے کہ ہم غلطی سے
راستہ بھولنے کی وجہ سے اس باغ میں آگئے اس کے بعد کا قصہ عام قصوں
کی طرح ہے شاہزادہ اور شاہزادی کا عشق اور بعد میں شادی۔

مقامات :۔ اس ڈرامے سے پہلی بار قدیم مقامات سے کسی حد تک
چھٹکارہ حاصل ہوگیا ہے۔ چندراولی کی طرح یہ ڈراما بھی پرستان، جن،
بھوت اور دیو وغیرہ کے بغیر ہی مکمل ہوگیا جو اس زمانے میں ایک معجزہ تھا۔

ڈرامے میں دربار، جنگل (جس میں گھنے پیڑ پودے جو شکار کے لئے موزوں ہوں) محل، اور ایسا باغ جو بہت خوبصورت ہو۔ انھیں مقامات پر آفتاب محبت مکمل ہوتا ہے۔

زبان و بیان:- آفتاب محبت کے زبان و بیان کا مطالعہ کرنے سے پہلے اس وقت کی رائج ادبی اور عام زبان کا مطالعہ کرنا ہوگا اس کے لئے حیدر رادلی کو بطور نمونہ لیا جا سکتا ہے حالانکہ احسن لکھنؤ کے رہنے والے تھے اور شستہ زبان کا استعمال کرتے تھے مگر جس ستھری اور چاشنی آمیز زبان کا استعمال حشر نے کیا وہ احسن کے یہاں نہیں۔ زور بیان تو آغا حشر کا جوہر ہے جو آفتاب محبت سے ہی اپنا کمال دکھانے لگا تھا۔ بادشاہ، وزیر، شاہزادہ، شاہزادی اور سہیلیاں وغیرہ خالص اردو میں بات چیت کرتے ہیں مگر سب کا لہجہ الگ الگ ہے۔ حالانکہ آفتاب محبت کی زبان حیدر رادلی سے ادق ہے آغا حشر نے زور پیدا کرنے کے لئے فارسی آمیز زبان کا استعمال کیا ہے طرز زبان کی ٹیکنک پیچیدہ ہے اس میں ڈیڑھ سطر کی بات کو کھینچ کر لمبے چوڑے پیراگراف میں ادا کیا ہے اور اس میں اپنی زبان و بیان کی جولانیاں دکھائی ہیں۔

ڈرامے کی ابتدا میں ہمایوں بادشاہ کا دربار لگا ہوا ہے وہ اپنے درباریوں سے مخاطب ہے کہ شاہزادہ بڑا ہو گیا ہے اس کی شادی اب کسی مناسب جگہ ہونا چاہیے لیکن حشر کا طرز بیان ملاحظہ فرمائیے۔

اے میرے اہل دربار، داور حقیقی کا شکر ہزار ہزار جس نے مجھ ذرے بے مقدار کو تم سب پر افسر بنایا، ایک قوم کا سردار بنایا، گو کا شانۂ امید ایک مدت

تک بے چراغ رہا جس کا عرصہ تک دل پر داغ رہا، مگر اس ضعیفی میں تجھے کو اپنی شان کریمی کا جلوہ دکھایا یعنی تکیہ لشیت خم اور عصائے دست پیری عطا فرمایا اب چشم بد دور کہ وہ گوہر ور شاہی جوان ہوا، صاحب شان ہوا لہذا اس پیر چرخ خوبی سر ہوئے یار محبوبی کی تلاش جو اس کے ہم جنس بننے کے لائق ہو ہر طرح فائق ہو[1]

مندرجہ بالا اقتباس سے ظاہر ہے کہ حشر کی زبان اس ڈرامے سے ہی کتنی چاشنی آمیز تھی فارسی تراکیب کا استعمال اور فارسی الفاظ کا سمندر موجیں مارتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

گانوں، غزلوں اور اشعار کی زبان گو کہ اردو ہی ہے مگر قدما کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آغا حشر نے آفتاب محبت میں ٹھیٹھ اور ریختی دونوں زبانوں کا استعمال کیا ہے یا یوں کہا جائے تو زیادہ بہتر ہو گا کہ اردو، اور ہندی کی آمیزش سے انھوں نے ایک انوکھا لطف پیدا کیا۔ نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

تو ہی شکل جگت کا ہے سائیں، پورن پرگٹ جل تھل لمبا ماہیں
پرگھٹ سے تیری پرچھائیں، کرتا دھرتا سب کا تو، حشر لیے کیا تیری قدرت

مہا اگم ہے تو ر دو گانوں میں ہندی الفاظ کی آمیزش دیکھئے۔

نخل مراد ہے شاہی گلزار کا، آیا خوشتر کو کب پیارا
تن من کو وارو سارا

جگ میں اعلیٰ، عزت والا، شوکت والا سب پر والا

---

[1] آفتاب محبت آغا حشر ایکٹ ۱ سین ۱

گانا تو اردو زبان کا ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ حشر نے عوام کے رجحان کو خیال میں رکھ کر ہندی لفظوں کی آمیزش کر دی۔ اس زمانے کے ڈراموں میں ہندی گانے رائج تھے اس لئے اس طرح کے گانے ایک نئی بات ہوگی۔

مکالمہ نگاری:۔ آفتاب محبت گو کہ آغا حشر کا پہلا ڈراما ہے مگر اس کے مکالموں میں اتنی چستی ہے کہ بھدے پن کو پیچھے چھوڑ دیا ہے پہلی خوبی یہ ہے کہ الفاظ کا استعمال بہت تراش خراش کے بعد کیا گیا ہے۔ فصاحت اور بلاغت میں تو آغا حشر کو کمال ہی حاصل تھا اگر ہم چندراولی اور "آفتاب محبت" کی شروعات پر تقابلی نظر ڈالیں تو اندازہ ہو جائے گا کہ دونوں ڈرامے ایک ہی طرح سے شروع ہوئے ہیں مگر حشر کے مکالموں میں بلاغت کا عنصر نمایاں ہے۔

چوبدار:۔ روشن دربار ہے، اعلیٰ سرکار ہے نور الانوار ہے، محفل گلزار ہے
عالی حسب دیکھو، والا نسب دیکھو، دارالقلب دیکھو سب کا سردار ہے
عشرت کا جوش ہے، جو ہے مدہوش ہے، ہر اک سرشار ہے۔ بزم
پرنور ہے، ہر ایک مسرور ہے، دکھ غم سب دور ہے، ہر سو بہار ہے۔

حالانکہ زمانہ اوپیرا کا تھا مگر آفتاب محبت میں نثری مکالمے بھی خوب ہیں اور اشعار بھی خوب، نثری مکالموں کے ساتھ اشعار کا استعمال کر کے ان میں زور پیدا کیا ہے جو مکالموں کا حسن ہے۔

شاہزادی:۔ دیکھ او دریچاں، عجب ہے قدرت سجاں، جس کو دیکھ کر فتنہ ہرش تنگ ہے ؎

بہار آئی ہے ہر سو، شادیٔ عشرت کا ساماں ہے
خوشی پھرتی ہے بلبل، ہر کوئی مسرور و شاداں ہے

ان خصوصیات کے علاوہ آفتاب محبت کے مکالموں میں ایک حسن یہ بھی ہے کہ مکالمے کرداروں کی اپنی زبان میں پیش کیے گئے ہیں، شاہ کی زبان الگ، وزیر کی الگ شاہزادی کا انداز گفتگو الگ اور راشگراں کا الگ، اسی طرح مزاحیہ مکالمے بھی اپنا الگ انداز لیے ہوتے تھے۔

کوکب :۔ اجی جناب ہم ہیں مسافر خانہ خراب، راہ بھول کر داخل گلزار ہوے نادانی میں گرفتار ہوے۔

نسرین :۔ اے فیض مآب، باتیں نہ بنایئے بے حساب، کیا آپ انداز سے بھی نہیں سمجھے کہ یہ باغ ہے زنانہ آپ کو یہاں مناسب نہ تھا آنا۔

کوکب :۔ کیا خبر تھی غنچہ سربستہ اس گلشن میں ہے
خار کی جا پر سجا گلدستہ اس گلشن میں ہے

نسرین :۔ احمقوں میں جا کے یہ فقرے بنانا دیکھیے
مجھ سے دم بازی، ابھی صاحب زمانہ دیکھیے

آغا حشر نے اس وقت، مقام اور ماحول کا خیال رکھ کر مکالمے لکھنے کی بہت کوشش کی مگر پوری طرح انصاف نہیں کر سکے مکالموں کی ایک خاص خوبی ہے۔ ڈرامہ میں شگفتگی، آفتاب محبت کے مکالمے اس کسوٹی پر کھرے نہیں اترتے فارسی الفاظ اور تراکیب کا استعمال کثرت سے کیا ہے اس وجہ سے مکالموں میں شگفتگی باقی نہیں رہی عام لوگ اس سے پوری طرح لطف حاصل نہیں کر سکتے تھے یہی وجہ ہے کہ یہ ڈرامہ کبھی اسٹیج کی زینت نہیں بنا مکالمہ مزاحیہ حصہ بھی بہت پست ہے۔ بے سر پیر کی باتوں سے مزاحیہ حصہ بھرا ہے جس سے ہنسی کم آتی ہے ذہن زیادہ

الجھتا ہے۔

چونکہ ڈرامے کی اصلی کسوٹی اسٹیج ہے اور بد قسمتی سے یہ ڈراما کبھی اسٹیج نہیں ہو سکا اس لیے اس کی کامیابی اور ناکامیابی پر کیا رائے دی جا سکتی ہے؟ آغا حشر نے بمبئی پہنچ کر اسے "محبت کا پھول" نام سے کراتسیج بھی کرنا چاہا مگر کامیاب نہیں ہو سکے۔

اس لیے اسے پرکھنے کا صرف یہی طریقہ تھا کہ اس زمانے کے ڈراموں کو سامنے رکھ کر اس پر تقابلی نظر ڈالی جائے۔ خیذرادوتی اس زمانے کے دیگر ڈراموں کے ساتھ تقابلی نظر ڈالنے کے بعد ہم اسی نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ آغا حشر کی پہلی کوشش آفتاب محبت بہت کامیاب رہی اور اسے اس وقت کے کسی بھی ڈرامے کے سامنے پیش کیا جا سکتا ہے۔ بمبئی آ کر انھوں نے الیفرڈ کمپنی کا دامن تھام لیا اور اس کے لیے ۱۸۹۹ء میں پہلا ڈراما لکھا تھا

مرید شک:۔ "آفتاب محبت کی تصنیف کے وقت تو آغا حشر کی طالب علمی کا زمانہ تھا مگر بمبئی پہنچ کر آغا حشر نے اس دنیا میں قدم رکھا جہاں بڑے بڑے نامور ڈراما نگار اپنا سکہ جمانے کی فکر میں تھے۔ آغا حشر الیفرڈ کمپنی میں داخل ہو گئے اور سب سے پہلے یہی ڈراما تصنیف کیا۔ کاؤس جی پالن جی کھٹاؤ اس کمپنی کے مالک تھے بہت اچھے اداکار تھے پارسی ہوتے ہوئے بھی اردو پر قدرت حاصل تھی۔ گو کہ اس زمانے میں اوپرا کا طلسم ٹوٹ رہا تھا مگر عوام کے کان رقص و موسیقی سے مانوس ہو چکے تھے اس لیے ڈراموں میں ان کا ہونا بہت ضروری تھا۔ آغا حشر کے لیے یہ بھی ضروری ہو گیا

کہ عوام کا خیال رکھیں اس لئے بات بات پر اشعار پڑھنا، تک سے بات کرنا، فقرے
چست کرنا، ایک ڈرامے میں دو پلاٹ کا ہونا جس میں سے ایک خصوصاً ہنسی مذاق
کا جمیل قندھاری اس زمانے کا خاکہ یوں کھینچتے ہیں:۔
"جس زمانے میں حشر نے ڈراما نگاری شروع کی اسوقت اسٹیج پر وہی
ڈراما کامیاب ہو سکتا تھا جس میں تصنع اور تکلف کا خیال رکھا جاتا ہو انتہا تو یہ تھی
کہ پورے ڈرامے کا مکالمہ گانوں کے تھے اگر ہیرو کو اپنی الفت کا اظہار کرنا ہو تو
کوئی غزل چھیڑ دیتا اور ہیروئن اس کا جواب ٹھمری میں دیتی اگر کسی جنرل کو اپنی
مردانگی یا شجاعت کی دھاک بٹھاتی ہوئی تو گانا شروع کر دیتا اور اس کی فوج
اس کے ساتھ سر ملاتی اگر اسٹیج پر کسی کی موت کا منظر دکھانا ہوتا تو مرنے والا دم
توڑتے ہوئے بھی لے نہ چھوڑتا۔" [1]
ان سب باتوں کے علاوہ سامعین کا بھی بہت خیال رکھا جاتا تھا۔
آغا حشر کے چھوٹے بھائی آغا محمود لکھتے ہیں کہ:۔
"اسوقت پبلک اور ایکٹنگ کی یہ حالت تھی کہ ہیرو صاحب گانے
گاتے سینہ چیر کر اپنا دل ہیروئن کے سامنے پیش کر کے گر گئے اسکے
بعد پبلک نے تالیاں بجائیں، ونس مور کہتی تو ہیرو صاحب زندہ
ہو کر اٹھ گئے اور دل کو دکھا کر سینے میں رکھ لیا اور گانے میں لگ
گئے..........." [2]

---

[1] یادگار جمیل قندھاری
[2] آغا حشر اور ناٹک نیرنگ ص ۶۴-۶۵

اسی ماحول میں مرید شک لکھا گیا۔

سال تصنیف:۔ کاؤس جی پالن جی کھٹاؤ مالک الفریڈ تھیٹریکل کمپنی بمبئی کی اس تحریر سے "مرید شک" کا سال تصنیف ٹھیک ٹھیک پتہ چل جاتا ہے جو انھوں نے اس کے دیباچے کے لئے لکھی تھی۔

...... میں اپنے قدردانوں تماش بینوں کے سامنے اپنی کمپنی کا تیسرا شاہکار پیش کرنے کی مسرت حاصل کرتا ہوں میرا پہلا شاہکار "خون ناحق" تھا جو ثمربار ہوا ہمارا دوسرا شاہکار "بزم فانی" جو اس سے زیادہ سرسبز ثابت ہوا میرا تیسرا شاہکار مریدِ شک ہے جو انشاء اللہ اس قدر بہتر اور کامیاب ثابت ہوگا جس قدر کمپنی کے دوسرے تماشے۔

دستخط

(کاؤس جی پالن جی کھٹاؤ)

۷ اپریل ۱۸۹۹ء

ظاہر ہے کہ آغا حشر نے اپنی عمر کے بیسویں سال میں یہ کارنامہ دکھایا۔

قصہ اور ماخذ:۔ اس کا قصہ شیکسپیر کے مشہور ڈرامے The winter of Tale ونٹرس آف ٹیل، سے ماخوذ ہے۔ اسی وقت اس ڈرامے کا ایک ترجمہ اور بھی ہوا جو منشی حسن علی نے کیا مگر آغا حشر کا مرید شک بہت پسند کیا گیا۔

ے مرید شک آغا حشر دیباچے دیباچہ

The Indian Theater باحنیک Page ۵۲

THE INDIAN THEATRE

آغا حشر نے قصہ شیکسپیر کے ڈرامے سے ضرور اخذ کیا ہے مگر اسے خالص ہندوستانی رنگ میں پیش کیا ہے۔ پلاٹ یہ ہے کہ اصفہان کا حکمراں ہمایوں اپنے دوست سکندر جان والیٔ توران کا تقریباً نو ماہ سے مہمان ہے۔ ساتھ میں اسکا دوست بھی ہے۔ وہ کچھ دن اور سکندر کے یہاں گزارنا چاہتا ہے لیکن اس کا دوست انکار کرتا ہے مگر سکندر جاہ کی خوبصورت بیوی حسن آرا اس سے اصرار کرتی ہے کہ وہ رک جائے نتیجہ میں ہمایوں رک جاتا ہے سکندر کا دوست طوفان اسے حسن آرا کے خلاف بہکاتا ہے جس کی وجہ سے سکندر کو حسن آرا پر شک ہو جاتا ہے اور وہ دربردہ اس سے نفرت کرنے لگتا ہے۔

اسے اپنے دوست ہمایوں سے بھی نفرت ہو جاتی ہے وہ اپنے غلام کوشش کو حکم دیتا ہے کہ ہمایوں کو قتل کر دے مگر کوشش اور ہمایوں فرار ہو جاتے ہیں غصہ میں آکر سکندر حسن آرا کو قید کرا دیتا ہے جیل میں اسے ایک لڑکی پیدا ہوتی ہے سکندر اسے جنگل میں چھوڑنے کے لیئے طوفان کے سپرد کر دیتا ہے لڑکی بچ جاتی ہے اور اسے چرواہا اٹھائے جاتا ہے مگر طوفان کو شیر چٹ کر جاتا ہے۔ چرواہے کا نام برجھو ہے اور لڑکی کا نام وہ گلنار رکھتا ہے دن گزرتے جاتے ہیں۔ گلنار بڑی ہوتی ہے اور اسکی ملاقات شاہ ہمایوں کے فرزند فیروز سے ہوتی ہے دونوں ایک دوسرے کی محبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں دونوں کی ملاقاتیں ہوتی ہیں ہمایوں اور کوشش دیکھ لیتے ہیں ہمایوں فیروز کو شہر بدر کرنے کا حکم صادر کر دیتا ہے مگر کوشش فیروز کا ساتھ دیتا ہے وہ برجھو، اس کی بیوی سوتی، گلنار اور فیروز کو لے کر توران بھاگ جاتا ہے ہمایوں ان کا پیچھا کرتا ہے اس طرح قصہ آگے بڑھتا جاتا ہے آخر

سکندر کو اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے حسن آرا سے ملاقات ہوتی ہے کوشش فیروز
اور گلنار کو پیش کرتا ہے جب اسے معلوم ہوتا ہے کہ بیٹی زندہ ہے تو بہت خوش
ہوتا ہے ہمایوں بھی آجاتا ہے اور دونوں خوشی خوشی گلنار اور فیروز کی شادی
کر دیتے ہیں۔

جائزہ:۔ قصے کا محل شک کی بنیادوں پر ٹکا ہوا ہے سکندر اپنی بیوی حسن آرا
اور دوست ہمایوں پر شک کرتا ہے چونکہ ہمایوں بے گناہ ہے اور گناہگار سمجھ
لیا جاتا ہے اس لئے اسکا کردار ابھر کر سامنے آتا ہے اور وہی ڈرامے کے پہلے
حصے ہیرو سمجھا جاتا ہے طوفان دلہن کے روپ میں سامنے آتا ہے جو سکندر کو
بھڑکاتا رہتا ہے اور کامیاب بھی ہوتا ہے۔ توران کا بادشاہ سکندر شکی مزاج
تو ہے ہی ظالم بھی ہے وہ معصوم بچی کو جنگل میں چھوڑنے کا حکم دیتا ہے دوسرے
پلاٹ کے ہیرو ہیروئن فیروز اور گلنار ہیں فیروز ہی ہمایوں کا بیٹا ہے اور شاہزادہ
کہلاتا ہے گلنار جو دراصل سکندر کی بیٹی ہے جو دایہ کے یہاں پرورش پاتی
ہے لیکن گلنار اور فیروز کا عشق ان سب باتوں کے باوجود بھی ہو جاتا ہے جو ہمایوں
پر ظاہر ہو جاتا ہے کوشش سکندر کا غلام ہے وہ ہمایوں کے ساتھ توران سے
اس لئے بھاگ آتا ہے کہ سکندر اس بے گناہ ہمایوں کا قتل کرانا چاہتا ہے
اور ہمایوں کے یہاں سے اس لئے فرار ہوتا ہے کہ وہ گلنار اور فیروز کو بے گناہ
سمجھتا ہے کوشش کے کردار میں ایک عجیب دلکشی ہے وہ ہمیشہ سچائی کا ساتھ دیتا
ہے مگر اس کے دل میں وطن، قوم اور اپنے بادشاہ سے محبت کا جذبہ ہے اس وقت
دکھائی دیتا ہے جب وہ گلنار کو پہچان لیتا ہے کہ وہ اس کے بادشاہ کی لڑکی ہے

اور وہ اسے کر اپنے وطن کی راہ لیتا ہے پلاٹ کے آخر میں کچھ جھول اس وقت نظر آتی ہے جب سکندر صرف مجسمہ کی بنیاد پر گلنار کو اپنی بیٹی تسلیم کر لیتا ہے۔

ڈرامے کو حزن انگیز طربیہ کہا جا سکتا ہے کیونکہ اس کا قصہ ایک ریت کی دیوار کی طرح ہے جو شک کی بنیادوں پر ٹکی ہوئی ہے جب تک یہ دیوار ٹکی رہی ڈراما حزنیہ رہا اور جیسے ہی گری ڈراما طربیہ ہو گیا۔

"مرید شک" کے منظر عام پر آنے سے پہلے احسن نے اردو اسٹیج کو شکسپیر کے ڈراموں کے ترجموں سے روشناس کرا دیا تھا اس لئے پبلک اس طرح کے قصوں سے مانوس تھی اس کے علاوہ آغا حشر کے زور بیان کا طلسم اس دور میں خوب کام آیا اس ڈرامے کا منظر عام پر آنا ہوا اور آغا حشر کا ستارہ عروج پر پہنچ گیا۔ اس ڈرامے کی کامیابی کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اس کے نو ماہ میں ساٹھ شو ہوئے اور اس زمانے میں کسی ڈرامے کے اتنے کم وقت میں اتنے شو ہونا بہت بڑی بات تھی اس کی مقبولیت کی کچھ خاص وجوہات تھیں۔ پلاٹ منظم تھا، ہیرو، ہیروئن اور ولن سبھی تھے، طرز بیان ایسا تھا کہ عوام کے کان اس سے مانوس تھے مگر حشر نے کہیں کہیں اپنی الگ راہ قائم کی۔ طنز و مزاح بھی ہے اور رقص بھی، زمانے کے رواج کے مطابق ڈرامے کی عبارت بھی مقفیٰ اور مسجع تھی۔ بہر کیف آغا حشر کا یہ کامیاب ڈراما تھا۔ کہ زینے کی پہلی منزل پر مضبوطی سے قدم جس نے آغا حشر کو بمبئی میں کامیابی جمانے میں مدد دی۔

"مار آستین" :- مرید شک کے بعد

آغا حشر نے جو ڈراما تصنیف کیا۔

اس کا نام مار آستین تھا۔ جو اگست سنہ ۱۸۹۹ء میں لکھا گیا۔ اسیر حرص کے

دیباچہ میں آغا حشر خود فرماتے ہیں

سنہ ۱۸۹۹ء میں جب میں الفرڈ کمپنی میں پلے رائٹر مقرر ہوا تو مالک

موصوف کے حسب ارشاد ونٹرس ٹیل ترجمہ کرکے اردو میں انگریزی ڈراما

نویسی کی بنیاد قائم کی جس کی بنیاد خود بالسن جی کاؤس جی کھٹاؤ اپنے ہاتھ

سے رکھ چکے تھے پانچ مہینے بعد اس عمارت پر مار آستین نام کی ایک منزل

کا اضافہ کیا۔ مگر آغا حشر کا یہ ڈراما زیادہ پسند نہیں کیا گیا ہے اس لیئے وہ

بھی اپنے اگلے شاہکار کو پیش کرنے کے لیئے دن رات محنت کرنے میں

لگ گئے نتیجہ میں مشہور ومعروف ڈراما " اسیر حرص " منظر عام پر آیا جس نے

مقبولیت کے تمام گذشتہ رکارڈ توڑ دیئے۔

اسیر حرص :- ایک جائزہ

پس منظر :- جس وقت اسیر حرص تصنیف کیا گیا اس وقت کے ماحول اور

پس منظر کے بارے میں آغا حشر کی بات ... ہی سب سے زیادہ

معتبر ہو سکتی ہے جو انہوں نے اسیر حرص (دکانوں کی کتاب) کے

دیباچے میں کہی ہے۔

" اگرچہ تالیف وتصنیف ایسی دشوار گذار پتھریلی گھاٹی ہے جس کی پیچ پیچ راہ گزار

---

۱ آغا حشر اور ناٹک (مہندی) نیرنگ

اور خاردار جھاڑیوں سے الجھ کر ہزاروں علم کے مسافر ناکامی کے گڈھوں میں زندہ درگور ہو گئے مگر بقائے دوام کے ثمیمتی اس آب حیات کی امید میں جو اس راہ ظلمات کے طے کر جانے والوں کو نصیب ہوا کرتی ہے۔ ابھی تک انتھک کوششوں اور استقلال کے ساتھ ثابت قدمی دکھا رہے ہیں اردو لٹریچر روز بروز ترقی کا ایک ایک قدم آگے بڑھاتا جاتا ہے اور لاکھوں اور جدت پسند اشخاص روڑوں کو ہٹاتے جاتے ہیں۔

بہار عشق اور فریب عشق کے فحش اور زہریلے اشعار سے مسموم طبیعتیں حکمار یورپ کے علاج سے رو بصحت ہوتی جاتی ہیں ملکہ الیزبتھ کے گولڈن ایج میں جس نے ڈرامے کو معراج کمال تک پہنچایا وہ ملک الشعرا شیکسپیر کا پر زور قلم تھا ہندوستان نے جو کچھ سلطنت انگلشیہ سے لیا اس میں کچھ نہ کچھ دسترس حاصل کر لی مگر اس فن پہ نہ کبھی توجہ کی اور نہ کسی رتبے پر پہنچایا۔ اور یہی وجہ ہے جس سے اولڈ فیشن والے حضرات اسے آج تک ذلیل اور ناقابل توجہ سمجھتے ہیں۔ ڈرامے کو ایسی گری پڑی حالت میں دیکھ کر الفریڈ کمپنی کے مالک مسٹر کاؤس جی کھٹاؤ کا خیال اس کی ترقی کی طرف رجوع ہوا اور یہ سب سے پہلے شخص ہیں جن کی محنت سے ہندوستانی ناٹک یوردپین لباس سے آراستہ ہو کر اسٹیج پر جلوہ فروشی کرنے لگے۔ سنہ ۱۸۹۶ء میں جب میں الفریڈ کمپنی میں پہلے رائٹر مقرر ہوا تو مالک موصوف کے حسب ارشاد و نٹرس ٹیل۔ کا ترجمہ کر کے اردو میں انگریزی ڈرامہ نویسی کی عمارت قائم کی جس کی بنیاد خود کاؤس جی پالن جی کھٹاؤ اپنے ہاتھ سے رکھ چکے تھے پانچ مہینے کے بعد

اس عمارت پر تارآستین نام کی ایک منزل کا اضافہ کیا۔ شکر ہے دونوں منزلیں
پبلک کو پسند آئیں اور چند اردو اور انگریزی اخباروں نے ریمارکس دے کر میرے
حوصلے کو تقویت دی اور آج اسی عمارت پر "اسیر حرص" کے نام سے ایک
منزل اور اضافہ کرتا ہوں خدا کرے یہ بھی قدرداں پبلک سے قبولیت کا تمغہ
حاصل کرے اپنا مضمون ختم کرنے سے پیشتر میں یہ گذارش کردینا ضروری سمجھتا
ہوں کہ میرے اس ناچیز قلم نے ہندوستانی زمین پر جو یوروپین فیشن کی عمارت قائم
کی ہے وہ ایک ادھورا اور نامکمل خاکہ ہے اسے وسعت دے کر قصر الحمراء،
لال قلعہ یا لندن کا رائل ہاؤس بنانا ان لوگوں کا کام ہے جو ہندوستان کو
فیشنبل دنیا میں ترقی کی کرسی پر بیٹھا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔

آغا حشر محمد شاہ حشر کاشمیری اُحقر۔

آغا حشر کے اس مدلل مضمون سے اسوقت کی ڈرامانگاری اور اس کے
پس منظر پر بھرپور روشنی پڑتی ہے جب اسیر حرص تصنیف کیا گیا

سال تصنیف :۔ تمام مصنفین کے مختلف نظریوں کا غور سے مطالعہ کرنے
کے بعد یہ بات روشنی میں آئی کہ آغا حشر نے اسیر حرص ستمبر سنہ ۱۸۹۹ء کو مشاہرہ[۱]
پچھتر روپیے ماہوار کاؤس جی کھٹاؤ کی فرمائش پر الفریڈ کمپنی کے لئے تصنیف
فرمایا۔ بمبئی قیام کے دوران آغا حشر نے صرف اس کے گانوں کی کتاب شائع
کی مگر تقریباً سنہ ۱۹۱۵ء میں اپنے لاہور قیام کے دوران انھوں نے کچھ ڈرامے

---

(۱) اخبار حقیقت لکھنؤ ۳۱ مئی سنہ ۱۹۳۵ء (بحوالہ آغا حشر اور ناٹک)

دیانگھم اینڈسن کی حسب فرمائش دیوان پرنٹنگ پریس میں چھپوا کر شائع کرائے تھے
ان میں اسیر حرص بھی تھا۔ بڑی محنت اور کوشش کے بعد قسمت سے مجھے اسوقت
کا ایک نسخہ دستیاب ہو گیا جس کی مدد سے تھیاٹیکل ڈراما منظر عام پر آسکا
اس قدیم نسخہ کا سائز ۱۲ x ۲۱ سنٹی میٹر اور قیمت چھ آنہ تھی۔ (فوٹو)

ماخذ اور قصہ ۔ اسیر حرص انگریزی کے مشہور مصنف شریڈن کے غیر مشہور
ڈرامے "پیزارو" سے ماخوذ ہے۔ غیر مشہور اسلئے کہ جس وقت شریڈن نے
پیزارو لکھا کامیڈی ڈراموں کا زور تھا اور اس کے چھ مشہور و معروف ڈرامے
منظر عام پر آچکے تھے وہ سبھی کامیڈی تھے ان کے نام اس طرح ہیں

1- Tha Rivals (1775 Jan 28
2- St PATRICK'S Day, or, The Scheming lie TENTANT (1775 MAY 2)
3- The Duenna (1775)
4- The school for SCANDAL (1777) MAY 8
5- The critic, or Atragedey Rehearsed (1770 oct 30)
6- A trip to searborugh (1777 Feb 24)

اس کے بعد ۱۷۹۹ء میں زمانے کی روش کے خلاف اس نے پیزارو (Pizarro) لکھا۔ ان کا پورا نام رچرڈ برنسلے شیریڈن (Rechard Beinsley Sheridan) تھا ۔ ڈورسیٹ اسٹریٹ ڈبلن میں ۳۰ر اکتوبر ۱۷۵۱ء میں پیدا ہوا تھا ۱۷۶۲ء سے ۱۷۷۱ء تک ہیرو اسکول اور لندن کے دیگر اسکولوں میں تعلیم پائی ۱۷۷۲ء میں مس ایلزبیتھ این لینی (Miss Alizabeth Ann Linley) سے وابستہ ہو گیا۔

شیریڈن سیاسی زندگی میں بھی بہت کامیاب تھا۔ وہ شعلہ بیان مقرر بھی تھا ۱۷۸۰ء میں ایم۔ پی چنا گیا زندگی بھر ادب کی خدمت کے علاوہ ملک و قوم کی خدمت کرتا رہا۔ ۷ر جولائی ۱۸۱۶ء کو انتقال ہوا (شیریڈن کی تصویر)

پیزارو ایک ٹریجڈی ڈراما ہے جو ایک جرمن ڈراما "کوٹ زیبو" (KOT ZEBUE) سے اخذ کیا گیا ہے "پیزارو" ۱۷۹۹ء میں منظر عام پر آیا اس میں پانچ ایکٹ ہیں پہلے ایکٹ میں ایک سین، دوسرے میں چار، تیسرے میں تین، چوتھے میں دو اور پانچویں ایکٹ میں چار سین ہیں۔ (سرورق کی تصویر)

پیزارو کا قصہ مختصراً یہ ہے کہ پیزارو اسپین کا ایک بہادر شخص ہے جس سے متاثر ہو کر ایک شریف گھرانے کی خوبصورت لڑکی "ایلویرا" اس کی محبت کا شکار ہو جاتی ہے۔ شیریڈن نے اس بات کو ابتدا ہی ان الفاظ کے ذریعہ بیان کر دیا ہے۔

Elvra ...... when first my virgin
Fancy waked to Love Pizarro
was my country's Idol, a hero
and I was formed to be one by glory
and Renown 'tis known that when
he left Panama in a slight
vessel his force was not a
hundred, men Arrived in the
Island of Gallo with his sword
he drew a line upon the sands
and said, pass, thos who fear
to die or conquer with Their
leader ,, thirteen alone remained!
and at the head of these the warrior
Stood his ground - Even at the
Mo- ment when my Ears First
caught this tail, my heart Enchi-
ned, Pizzaro is its lord & what
Since I have perceived, or

Thought or Felt. you must have more wealth to win the Knowledge of[1]

دراصل "الانزو" (Alonzo) اور پیزارو ایک ہی استاد کے شاگرد تھے اور دونوں نے مل کر جزیرہ کو ٹو پر حملہ کیا تھا مگر بعد میں ان دونوں میں اختلاف پیدا ہو گیا اور پیزارو اپنے ملک واپس چلا گیا مگر "الانزو" جزیرے کے بادشاہ کی فوج کا کمانڈر ہو گیا۔ کچھ دنوں کے بعد پیزارو جزیرے پر پھر حملہ کرنے کا پلان بناتا ہے اس کا استاد اسے روکنے کی کوشش کرتا ہے مگر وہ چاہتا ہے کہ جزیرے پر اچانک حملہ کر دیا جائے۔

ادھر جزیرے والے بھی جانتے ہیں کہ پیزارو حملہ کرنے والا ہے اس لئے وہ اپنی عبادت گاہوں میں سمٹ جاتے ہیں "الانزو اور رولا" دونوں جزیرے کی فوج کے کمانڈر ہیں رولا کو "کورا" سے محبت تھی مگر اپنے دوست کی خاطر وہ اسے چھوڑ دیتا ہے اور کورا کی شادی "الانزو" سے ہو جاتی ہے۔ دونوں کو فکر ہے کہ جنگ کے دوران کورا اور اس کے چھوٹے بچے کو کیسے بچایا جائے گا اس لئے وہ اسے پہاڑوں کے دامن میں پناہ لینے کی صلاح دیتے ہیں مگر کورا انھیں چھوڑنے کو تیار نہیں ہے۔

Cora Alonzo I cannot leave

---

(1) DRAMATIC works of R.B Sharidan
THE DRAMATIC Page 405

you. oh ! how in every Moment's obsence would my fancy point you, wounded, alon abandoned No, not can not leave you[1]"

مگر بعد میں دونوں اسے پہاڑوں کے دامن میں پناہ لینے کے لئے راضی کر لیتے ہیں جہاں دوسری پیرودین عورتیں چھپی ہوئی ہیں اور خود لڑنے کے چلے جاتے ہیں جہاں الانزو، رولا سے وعدہ لیتا ہے کہ اگر میں جنگ میں مارا جاؤں تو تم کورا کے خاوند بنو گے۔ -

Al. The Next hour brings -

Rol. Deth or victory!

Al. It may be victory to one - Death the other.

Rol. or both may fall.

Al. If so, my wife and child I bequeath to the protection of Heaven and my King. but should I onley fall, Rolla,

---

(1) The O. O. R. B Sherida page 416

be thou my heir.

Rol. How?

Al. Be ... they wife be thou a father to my child.[1]

رولا بڑی مشکل سے یہ مانتا ہے کہ اگر لورا تیار ہو گئی تو ایسا ہی ہوگا۔ جنگ
کے مناظر سے پہلے شیریڈن ایک بوڑھے اور نابینا شخص کے تاثرات بہت ہی عمدہ
انداز میں بیان کرتے ہیں جسے اپنے وطن سے والہانہ محبت ہے اسی درمیان
اس کے ہم دشمن پیزارو جنگ میں ناکام ہو کر واپس مڑتے ہوئے نظر آتے ہیں
جیسے اس کا پوتا بتاتا ہے اس میں بادشاہ بھی ہوتا ہے جسے اندھا پہچان نہیں سکتا
بہرکیف بادشاہ فوجوں کو واپس لڑنے بھیج دیتا ہے اور زخمی حالت میں آ گیا
رہ جاتا ہے کچھ دیر کے بعد اسپینش سپاہی داخل ہوتے ہیں اور بادشاہ اتالیبا
(Ataliba) کو گرفتار کر کے لے جاتے ہیں اس کے بعد رولا فوجوں کے
ساتھ داخل ہوتا ہے نابینا شخص اسے بادشاہ کے قید ہونے کی خبر دیتا ہے کچھ
شکست خوردہ سپاہی اس کے ساتھ جانا نہیں چاہتے لیکن بوڑھے نابینا اور
رولا کے جوش دلانے پر تیار ہو جاتے ہیں اسپینش سپاہیوں کا پیچھا کر کے انہیں
بھگاتے ہیں اور بادشاہ کو لے کر جیسے ہی واپس آتے ہیں انہیں فتح کی خبر ملتی ہے
مگر اسی کے ساتھ یہ افسوس ناک خبر بھی کہ الونزو کا کہیں پتہ نہیں ہے جس کو بہت

---

(1) The D. O. R. B. Sharda Page 42

صدمہ ہوتا ہے مگر واپس پناہ گاہ میں آتے ہیں "کورا" الانزو کے بارے میں دریافت کرتی ہے تو بادشاہ جواب دیتا ہے۔

Ata. I gave that Alongo is not here.

Cora. Hoped you to find him?

Ata. Most an cxusly?

Cora. Ataliba — he not Dead?

Ata. No! the gods wile have heard our pryeis

Cora is he not Dead Atabiba?

Ata He leves in my heart (1)

اس کے بعد خبر آتی ہے کہ "الانزو" مرا نہیں ہے بلکہ "پیزارو" کی قید میں ہے بادشاہ کہتا ہے کہ ہم ہر ممکن کوشش کریں گے کہ اسے رہا کرائیں چاہے اس کے لئے ہمیں کچھ بھی پیزارو کی نذر کرنا پڑے، عورتیں اپنا زیور اتار کر رکھ دیتی ہیں اور کہتی ہیں کہ یہ سب دے دو مگر الانزو کو واپس لے آؤ۔

اس کے بعد رولا کو اس بات کا خیال آتا ہے جو الانزو نے کہی تھی کیونکہ اب الانزو کے بچنے کی کسی کو امید نہیں رہتی اس لئے "رولا" کورا کو بتاتا ہے

---

(1) The Dramatic works by R-B Sheridan

کہ اس کا خاوند مرنے کے بعد اپنی جگہ اسے دے گیا ہے اور یہ اس کی آخری وصیت
تھی تو کورا بہت بگڑتی ہے اور خدشہ ظاہر کرتی ہے کہ برا شوہر شاید اسکی لیے جان
بحق ہوا۔ روڈلا کو یہ سن کر بہت دکھ ہوتا ہے اور وہ الانزو کو چھڑانے کے لیے چل
پڑتا ہے۔

یہاں الانزو کو پیزارو کے سامنے پیش کیا جاتا ہے ایلویرا اسکی سفارش
کرتی ہے مگر وہ یہ کہہ کر چلا جاتا ہے کہ صبح ہونے کے پہلے الانزو کی موت ہو گی۔

Piz: Thinkest thou you sun
will set? As surely at his
rising Shall Alanzo Die"[1]

اس پر ایلویرا بہت ناراض ہو جاتی ہے اور اسکا انتقام لینے کا عہد کرتی ہے
یہاں پادری جیل کے اندر جا کر اپنا لبادہ الانزو کو اڑھا کر فرار کرا دیتا ہے۔ رولا بھی
پہنچ کر مدد کرتا ہے پھر ایلویرا بھی داخل ہوتی ہے۔ اب ایلویرا اور رولا پیزارو سے
بدلہ لیتے ہیں اور اسے قتل کرنے کا پلان بناتے ہیں۔

ادھر کورا بادشاہ اٹھا لیا اور شہر الانزو جو چھوٹ کر پہنچ گیا ہے (اس سے
اپنا بچہ طلب کرتی ہے جو اسپینش سپاہی اٹھا لے گئے ہیں جب دربار میں وہ بچہ
پہنچتا ہے تو پیزارو بہت خوش ہوتا ہے اسے مارنے کا حکم دیتا ہے مگر رولا غصہ
سے بھڑک اٹھتا ہے اور بچے کو چھین کر فرار ہو جاتا ہے جس میں وہ خود گھائل ہو جاتا ہے

---

(1) The D. Warbs Shander 439

مگر بچے کو بچا لیتا ہے۔ واپس آ کر کورا کو بچہ سونپتا ہے اور دم توڑ دیتا ہے۔ ادھر
بیزارد اور الالانزو کی جنگ ہوتی ہے جس میں "ایلورا" آ کر بیزارد کو ختم کر دیتی ہے
اور ایلالانزو فتح پاتا ہے۔

اس بات میں تو کسی شبہ کی گنجائش نہیں

"بیزارد" اور "اسیر حرص" :- کہ آغا حشر نے "اسیر حرص" "بیزارد" کو
سامنے رکھ کر ہی لکھا۔ انھوں نے کرداروں کے نام بدل کر ہندوستانی کر دئیے بیزارد
کا چنگیز ایلورا کو نوشابہ، ارزیمو کو صفدر، الالانزو کو ناصر اور رولا کو رستم کا نام
دیا مگر انھوں نے ضرورت کے مطابق اسے ہندوستانی پس منظر اور ماحول کے تحت
تبدیل کر لیا ہے۔

"بیزارد" میں ایلورا بیزارد کی معشوقہ ہے مگر اسیر حرص میں نوشابہ چنگیز کی بیوی
چونکہ ہندوستانی معاشرہ نوشابہ کو چنگیز کی معشوقہ قبول نہ کرتا اس لیے آغا حشر کو
یہ تبدیلی کرنی پڑی۔

دوسری تبدیلی یہ ہے کہ ایلورا، بیزارد سے اسلئے نفرت کرتی ہے کیونکہ
وہ پیرو کے بادشاہ سے جنگ جیت کر اسکی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے مگر
نوشابہ صرف انسانیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس سے نفرت کرتی ہے کیونکہ
وہ ایک ظالم ہے۔ بیزارد ڈرامے میں بیزارد اور ایلالانزو دونوں ایک ہی استاد
کے شاگرد ہیں ساتھ ہی جزیرہ فتح کرتے ہیں اور بعد میں دشمن بن جاتے ہیں مگر اسیر حرص
میں دونوں بھائی دکھائی ہیں سلطنت کا حق ناصر کا ہے مگر چنگیز اس پر قبضہ جما بیٹھا
ہے۔ یہی دشمنی کی وجہ ہے۔ بیزارد میں "رولا" ایلالانزو کا دوست ہے جو کورا

کو اپنی دوستی کے لئے قربان کر دیتا ہے اور ابلانزد سے اس کی شادی کرا دیتا ہے
مگر اسیر حرص میں مہ جبین ناصر کی بیوی ہے اور رستم اسکا وفادار سپہ سالار ابلانزد کو
پیزارو میں بھی مذہبی راہب (اسکا استاد) رہائی دلاتا ہے مگر آغا حشر ایک کامک
کا سہارا لیتے ہیں فتح دونوں میں سچائی کی ہوتی ہے مگر پیزارو کا خاتمہ حزنیہ ہے
اور اسیر حرص کا طربیہ کیوں کہ پیزارو میں بچہ کو بچاتے ہوئے رولا سخت گھائل ہو کر
دم توڑ دیتا ہے اور آخر میں پیزارو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے مگر اسیر حرص
میں رستم بھی بچ جاتا ہے اور پیزارو بھی اپنی غلطیوں کا احساس کر کے ایک نیک
آدمی بن جاتا ہے اور ناصر کو خوشی خوشی سلطنت سونپ دیتا ہے "پیزارو" میں
کامک سین بالکل نہیں مگر آغا حشر کے اسیر حرص میں پورے ڈرامے کے ساتھ
کامک کا حصہ بھی چلتا رہتا ہے جو بظاہر ڈرامے سے الگ ہے مگر کہیں کہیں
اسے ڈرامے سے جوڑنے کی کوشش بھی کی گئی ہے۔

پلاٹ

اسیر حرص تین ایکٹ اور اٹھارہ سین پر مشتمل ہے۔ پہلے ایکٹ میں چھ سین ہیں جس میں دوسرا، تیسرا اور پانچواں کامک ہے۔ دوسرے ایکٹ میں آٹھ سین ہیں جن میں تیسرا اور ساتواں پورے کامک ہیں دوسرا، پانچواں اور چھٹے میں کامک کے ساتھ ساتھ ڈرامے کے قصے کے ارتقا میں بھی مدد لی گئی ہے۔ تیسرے ایکٹ میں چار سین ہیں اور صرف دوسرے میں ہی کامک ہے باقی سب سین خاص ڈرامے کے قصے کے لئے وقف ہیں۔ پلاٹ یہ ہے کہ چنگیز اپنے چچا کی موت کے بعد تخت کے اصلی وارث ناصر کو حکومت کا والی نہیں بننے دیتا بلکہ خود گدی پر بیٹھ جاتا ہے وہ نہ صرف حکومت و اقتدار کی حرص کا اسیر ہے بلکہ ظالم بھی ہے ناصر الدولہ، اس کی بیوی مہ جبین اور لڑکے قمر پر ہمیشہ مظالم ڈھانے کی تدبیریں نکالتا رہتا ہے۔ اس کی بیوی نوشابہ ایک رحم دل اور نیک عورت ہے وہ صفدر کو قید سے چھوڑ دیتی ہے چنگیز کے غصہ کی پرواہ کئے بغیر ایسے ظلم اور گناہ

سے بغض رکھنے کی تمام تر کوششیں کرتی ہے
چنگیز اور ناصر کی جنگ ہوتی ہے جس میں ناصر الدولہ قید کر لیا جاتا ہے مگر
جب اسکے وفادار سپہ سالار رستم کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ زندہ ہے تو اسے چھڑا لے
چل دیتا ہے اس نے حبیبہ کو بھی ناراض کر لیا ہے کیوں کہ جب وہ ناصر کی وصیت
اسے بتاتا ہے کہ ناصر کی آخری خواہش رہی کہ اسکے مرنے کے بعد حبیبہ کا
شوہر رستم ہو مگر جب اسے ناصر کے زندہ رہنے کی خبر ملتی ہے تو وہ حبیبہ کا یہ
شک دور کرنے کے لئے تنہا ناصر کو قید سے چھڑانے کے لیے نکل پڑتا ہے کہ شاید
حبیبہ کو پانے کے لئے ہی رستم نے ناصر کو نہیں بچایا۔ راستے میں اسے سلیم اور
جھنجھٹ ملتے ہیں جو ناصر کو قید خانہ سے چھڑانے میں اسکی مدد کرتے ہیں۔
رستم، ناصر کو قید سے چھڑانے کے بعد چنگیز کو مارنے اس کی خوابگاہ میں جا
پہنچتا ہے جہاں نوشابہ خنجر لئے ہوئے خود چنگیز کو مارنے کا ارادہ کر رہی ہے
کیونکہ وہ اب اس کے مظالم سے تنگ آگئی ہے اور اسے روکنے میں بھی کامیاب
نہیں ہوتی۔ رستم نوشابہ کو یقین دلا دیتا ہے کہ وہ چنگیز کو ختم کر دے گا اور اسے
واپس کر دیتا ہے مگر وہ اسے ختم نہیں کرتا۔ اسی وقت چنگیز کے سپاہی ناصر الدولہ
کے بچے قمر کو پکڑ لاتے ہیں چنگیز بہت خوش ہوتا ہے اور اسے مارنے کا حکم
دیتا ہے مگر رستم اسے بچا کر لے جاتا ہے۔

چنگیز اور ناصر الدولہ کی پھر جنگ ہوتی ہے اور رستم چنگیز کو زیر کر کے
مارنا چاہتا ہے۔ مگر ناصر الدولہ اسے روک دیتا ہے جس کا چنگیز کے دل پر بہت
اثر ہوتا ہے اور وہ اپنے گزشتہ گناہوں سے توبہ کرتے ہوئے تائب انسان

بن جاتا ہے اور اپنے ہاتھ سے ناصر کو تاج پہناتا ہے۔

سیاسی سماجی اور ادبی حیثیت

جس وقت اسیر حرص تصنیف کیا گیا ملک کے سیاسی حالات
بہت نازک تھے مسلمانوں کے لیڈر سر سید سمجھے جاتے تھے وہ بہت ہی پرجوش
محب وطن اور قوم پرست تھے مگر کانگریس کے مخالفین میں شمار کیے جاتے تھے
ان کا کہنا تھا کہ قوم کو سیاست میں حصہ نہ لے کر تعلیم کی طرف نظر کرنا چاہیے لیکن
ایک طبقہ ایسا بھی تھا جس نے اپنی ایک الگ راہ نکالی اور سر سید کے مخالفت
کے باوجود وہ کانگریس میں شامل ہو گئے۔ ان کے ایک خاص دوست شبلی نعمانی
بھی کانگریس کے ہم خیال ہو گئے (۱) آغا حشر بھی انھیں لوگوں میں سے ایک تھے
جن کا دل ملک و قوم کی محبت سے سرشار تھا وہ کانگریس اور اس کی تحریک سے
متاثر تھے سیاسی لیڈروں نے اپنا مورچہ سنبھالا اور جنگ آزادی میں کود پڑے
مصنف کی تلوار تو قلم ہے اور وہ اسی تلوار سے وہ کام کر دکھاتا ہے جو
لاکھوں افراد پر مشتمل فوج نہیں کر سکتی آغا حشر کیسے چپ رہ سکتے تھے انھوں
نے اپنی قلم کے جواہر "اسیر حرص" میں دکھائے اور پورا ڈراما وطن کی محبت
کے جذبے سے بھر دیا۔

ناصر الدولہ کے سپہ سالار صفدر کو جس وقت زنجیروں میں جکڑ کر لایا جاتا ہے

( ) The History of Indian National Congress Vol I (1885-1935) by Pattabhi Sita Ramaya; Padam Publication Bombay page

اور اس کے لڑکے کا سر کاٹ کر اس کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو صفدر کے قدموں میں لغزش نہیں ہوتی اور ہمت سے حب الوطنی کا ثبوت پیش کرتا ہے۔

چنگیز:۔ افسوس! جو میرے دشمن ہیں تو، انھیں دوست مانتا ہے اچھا اتنا تو بتا تو، کیا جانتا ہے۔

صفدر:۔ میں یہی جانتا ہوں

چنگیز:۔ کیا؟

صفدر:۔ اور کا یار نہیں صبر سے انکار نہیں
ہم سے گنہگار نہیں ظلم سے انکار نہیں
تجھ سا خونی نہیں ڈاکو نہیں بدکار نہیں

چنگیز:۔ او بدزبان بند کر زبان ورنہ تیری زبان

صفدر:۔ کاٹ لو، کاٹ لو شوق سے کاٹ لو سر سے پہلے زبان کاٹ لو
اچھا ہوگا جو قیامت کے دن میرے منہ میں زبان نہ ہوگی جس سے
خدا کے آگے تمہاری جفا بیان نہ ہوگی۔

دلاور:۔ کس قدر گستاخیاں پیدا ہیں اس گفتار سے
اس کی باتوں کا جواب اب دیجئے تلوار سے

صفدر:۔ ٹھہرو ٹھہرو اپنی تلوار کو اپنے میان کے گھونگھٹ میں چھپا لو نہیں تو اس پر زنگ آجائے گا کیوں؟ کیا ایسے بہادروں سے ملک فتح کیا جائیگا جو ایک بے دست و پا پر تلوار اٹھاتے ہیں شیر کو زنجیروں میں جکڑ کر لومڑیوں سے ڈراتے ہیں جاؤ اسے ڈراؤ جو ڈرنے والا ہے ہم سے

تم جیسوں کو ٹھوکروں سے اڑا ڈالا ہے[1]۔

ان مکالموں کے پس پردہ آغا حشر چنگیز کے روپ میں انگریزوں کے مظالم اور ناصر الدین کے ذریعہ ایسا مظلوم جو اپنی حکومت بچانے کے لیے جد و جہد کر رہا ہے، کی عکاسی کی ہے یقیناً اس طرح کے مکالموں سے آزادی کے متوالوں کو بہت تقویت اور حوصلہ ملتا ہوگا لوگوں کے دلوں میں وطن پہ مرمٹنے کا جذبہ ابھرتا ہوگا۔ یہی وہ وقت تھا جسے انگریزوں کی حکومت کا بدترین دور سمجھا جاتا تھا آغا حشر نے اسے نوشابہ کے ذریعہ اس طرح سے کہلوایا ہے۔

نوشابہ :۔ بدسیر بدشگال میرے وار کا اتنا خیال ہے مگر اپنے وار کا کچھ خیال نہ کیا جو سیکڑوں کا گلا حلال کیا۔

بھیڑ بکری کو اس طرح نہ کھاتے ہونگے ... شیر انسانوں کو ایسے نہ چباتے ہوں گے
بے گناہوں کو وہ دیتا ہے تو دیتا ہے سزا ... جو جہنم میں گنہگار نہ پاتے ہوں گے

چنگیز :۔ اچھا اگر تو بھی دشمنوں کی ساتھی ہے تو تیری جان کب بچی جاتی ہے۔

(چنگیز نوشابہ کو مارنا چاہتا ہے رستم روکتا ہے) رستم ... خبردار!

نوشابہ :۔ آہ جان، جان کیا چیز ہے؟ ایک روز نکل جائے گی نہ گئی آج کل جائے گی مگر اتنا ہی افسوس ہے کہ دنیا کو تیرے عذاب سے چھڑاتی تو خوشی سے تیری تلوار کھا کر مرتی۔ اور حب الوطنی کے جذبے سے سرشار اسیر حرص کا

---

[1] اسیر حرص باب پہلا پردہ دوسرا

یہ شعر ابھے

مٹی ہی میں مٹی جو ملانی ہے بدن کی
بہتر ہے ملا دو اسے مٹی میں وطن کی [1]

ظاہر ہے کہ آغا حشر نے "اسیر حرص" لکھنے کا فیصلہ اسی وجہ سے کیا ہوگا کہ اس کے ذریعہ وہ ملک و قوم کی خدمت کر سکیں اور لوگوں میں حب الوطنی کا جذبہ پیدا کر سکیں تاکہ انگریزوں سے ملک آزاد کرانے کیلئے جو جنگ چھڑی ہوئی تھی اس میں ادب، خصوصاً ڈراما بھی کچھ کام کا آ سکے؟ اور یقیناً آغا حشر بہت حد تک اس کوشش میں کامیاب بھی ہو... ادبی حیثیت سے بھی "اسیر حرص" نے اس زمانے میں بھی اپنی الگ قدر و قیمت منوالی تھی اس کی کچھ اہم وجوہات تھیں۔

(۱) اسیر حرص کے ساتھ ہی اردو ڈراما نگاری میں "اسیرا کا خاتمہ
(۲) نثری مکالموں کی باقاعدہ شروعات
(۳) سماج کے اصلاحی پہلو کے کردار ڈرامے کی تخلیق
(۴) ڈرامے میں ایسے اشعار اور مکالمے جو وطن کی محبت سے سرشار ہوں
(۵) سفر و طرز بیان

انھیں خصوصیات کے پیش نظر اسیر حرص ایک ادبی شاہکار بن گیا۔

زبان و بیان :- اسیر حرص کی زبان و بیان کے بارے میں سب سے بہتر یہی ہوگا کہ خود مصنف کی رائے کا جائزہ لیں

---

[1] اسیر حرص پہلا باب

"حشر ہی وہ شخص ہے جس نے اپنا سب سے پہلا انقلاب انگیز ڈراما اسیر حرص لکھ کر مرحوم ایکادلی" اور چندراوتی کے دور ڈراما نویسی کا خاتمہ کر دیا اور شیریں زبان اور رواں بیان، گوناگوں استعارات، بلند پایہ تشبیہات، فلک پیما تخیل اور شوکت آب الفاظ، بوقلموں جذبات، منطقیانہ طرز استدلال فلسفیانہ مباحث کو روشناس کیا۔"[1]

یہ اقتباس اس خط کا ہے جو آغا حشر نے تپش لاہوری کے اس خط کے جواب میں لکھا تھا جس میں تپش نے لکھا تھا کہ بعض ناقدین آپ کے ڈراموں پر اعتراض کرتے ہیں اور انہیں کچھ اغلاط نظر آتے ہیں وہ آپ کے نظریوں سے بھی اختلاف کرتے ہیں۔ حشر نے ان کے اس طرح کے خط کے جواب میں ایک جامع اور مدلل مضمون لکھا۔ جس میں اس وقت کے طرز تحریر اور ادبی ماحول پر روشنی پڑتی ہے جس وقت اسیر حرص تصنیف کیا گیا تھا۔ مندرجہ بالا اقتباس سے ظاہر ہے کہ اسیر حرص سے پہلے اردو کے ڈرامے چندراوتی کی طرز کے ہوتے تھے۔ حشر نے باغیانہ رخ اختیار کیا جسے وہ ڈرامے کی دنیا کا ایک انقلاب سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے اردو ڈراما نگاری میں اسیر حرص ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

چنانچہ اسیر حرص سے ہی ڈراما نگاری میں معیاری نثر و مکالموں کی شروعات

---

[1] بہ نام عبداللطیف تپش (لاہور) کے خط کے جواب میں لکھے گئے ایک خط سے ماخوذ نیرنگ ۳

ہوئی، لوگوں کے کان منظوم مکالموں کے عادی تھے اس لئے آغا حشر نے "اسیر حرص" میں اس طرح کے مکالمے لکھے کہ ان کی زبان مقفی اور مسجع ہوا انہوں نے اپنی بات کو زور دینے کے لئے اشعار کا استعمال کیا ہے ۔

نوشابہ :۔ مگر میں نے تو سنا ہے کہ آپ کی فوجی حالت بہت کمزور ہے ۔

چنگیز :۔ مجھے صرف اپنی تلوار کا زور ہے

نوشابہ :۔ کیا یہی تلوار ؟

چنگیز :۔ ہاں یہی تلوار

نوشابہ :۔ عقل کے بدلے جہالت جو سکھا جاتی ہے ؟

ہاتھ میں جب کسی نادان کے آ جاتی ہے

عقل و دانائی کی دیکھ کے کاٹ کیسے کھا جاتی ہے

چنگیز :۔ تو کیا ؟ تمہاری رائے میں ہم صلح سے کام لیں ؟

نوشابہ :۔ میرے خیال سے تو آپ ضرور کام لیں (۱)

ان مکالموں سے آغا حشر کی زبان اور زور بیان کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اسیر حرص کی مقبولیت کی ایک وجہ اس کا زور بیان بھی ہے اسیر حرص کی زبان میں بلا کی چاشنی اور نادر تشبیہات و استعارات کی گلکاریاں جا بجا نظر آتی ہیں جب اسیر حرص کے کردار لکھنوی انداز میں مکالمے بولتے ہیں تو دل میں گدگدی سی ہونے لگتی ہے آغا حشر نے اس زمانے میں بھی کوشش کی تھی

---

(۱) اسیر حرص ص ۱

کہ زبان کو زیادہ سے زیادہ صاف کیا گیا ہے حالانکہ زمانے کے مطابق جملے تک بندی رہے کہیں کہیں بے محل اور بے تکے الفاظ کا استعمال بھی نظر آتا ہے لیکن ہم یہ بات یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اسیر حرص کی زبان اس منزل کی طرف پہلا قدم تھا جہاں آغا حشر کی نگاہیں لگی ہوئی تھیں۔

یہی وجہ ہے کہ اس ڈرامے کی مقبولیت برسوں بعد تک قائم رہی اور اسکے پلاٹ پر "انسانیت" جیسی مشہور زمانہ فلم بنائی گئی جس میں "اسیر حرص" کے مکالمے تک استعمال کئے گئے لیکن آغا حشر کا نام کیوں نہیں آیا؟ اس میں دلیپ کمار، دیوآنند، جینت اور مشہور جیسی ہند [illegible] اداکار ہو گئے۔

ذیل کے مکالموں کو دیکھ کر اندازہ ہوگا کہ اسیر حرص کے مکالموں کی زبان و بیان میں کتنا زور تھا۔ تشبیہات و استعارات سے آغا حشر نے کس طرح اپنے مکالمے سجائے اور اختصار کے ذریعہ کس طرح اپنے مکالموں کے زور کو بڑھایا۔

([illegible])

چنگیز: آپ کے ساتھ گناہ ہوتا، کہیئے آپ کے نام کو کیا ہوا؟

لالہ زر: شیطان کو کون نہیں جانتا جو قسمت بناتا ہے

شکل و صورت دیکھ لی کبر و رعونت دیکھ لی
نام جیسا سنا تھا آج صورت دیکھ لی

چنگیز: او مغرور تو زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے پھر بھی تیرا سر اکڑا ہوا ہے؟

عزت گئی شان گئی آبرو گئی
دل سے مگر نہ تیرے حکومت کی بو گئی

سر سے غرورِ مسندِ تخمّل نہیں گیا
رسّی تمام جل گئی پر بل نہیں گیا

ناصر:۔ عزت والے مصیبت میں کب دبتے ہیں؟ تارے دن کے بدلے رات کو چمکتے ہیں۔

خاک ہوکر آبرو زیرِ فلک جاتی نہیں
عطر کی مٹی میں علکہ کبھی مہک جاتی نہیں
جان جائیگی مگر جوہر نہ جائینگے کبھی
توڑ بھی ڈالو تو ہیرے کی چمک جاتی نہیں

ایک جگہ اور فرمایا۔

نوشابہ:۔ افسوس، برق و برسات بھی شور و غل کے بعد تھم جاتے ہیں پہاڑ و درخت بھی زلزلے کے بعد جم جاتے ہیں مگر تمہارے غصّے کی آگ، ایسی ہے جو ہزار دن کا گھر پھونکنے پر بھی ویسی کی ویسی ہے۔

کردار نگاری:۔ اسیر حرص کی کردار نگاری پر نظر کرنے سے پہلے ہمیں اس وقت کا ماحول بھی سامنے رکھنا ہو گا اور یہ بھی خیال رکھنا پڑے گا کہ اسیر حرص کا پلاٹ ایک مغربی ڈرامے سے ماخوذ ہے۔ یہ سچ ہے کہ اب اندر سبھا اور چندراوتی جیسے کردار نہیں رہے تھے احسن اور طالب وغیرہ نے ان سے چھٹکارا دلا دیا تھا لیکن ان کا خمار اب بھی باقی تھا۔ اسی لئے اسیر حرص میں چنگیز، ناصر الدولہ، رستم اور صفدر جیسے کردار دکھائی دیتے ہیں۔ [1]

---

[1] اسیر حرص ص ۲

آغا حشر نے اسیر حرص میں چنگیز کے کردار کو بہت اچھی طرح پیش کیا ہے وہ بہادر تو ہے مگر بے حد ظالم ہے سب سے پہلے اس کا ظلم اس وقت سامنے آتا ہے جب صفدر کے لڑکے کا سر کاٹ کر اس کے سامنے پیش کر دیتا ہے۔

(دلاور جنگ کا مع صفدر جنگ کے آنا)

نوشابہ :۔ تجھ کے ساتھ گرفتار ہے، یہ کیا اسرار ہے؟ گلشن ادھر آؤ، کشتی پر سے ظروف اٹھاؤ۔

گلشن :۔ ادئی ادئی بیوی خون خون۔

نوشابہ :۔ ہیں ہیں کیا ہو گیا خون ٹھہریں خود دیکھتی ہوں (دیکھ کر) اُف! خون ہے

تعجب ہے مجھے آنکھوں نے کس حیرت میں ڈالا ہے
الٰہی خیر کرنا اس جگہ کیا ہونے والا ہے

(قیدی سے) کیوں اے گرفتار قیدی، آپ کو کس نے سزا دی!

صفدر! جس نے غرور کا زور اٹھایا اور ضحاک کو خاک میں ملایا۔

تب نوشابہ اس سے سارا حال دریافت کرتی ہے اور پوچھتی ہے کہ یہ کس کا سر ہے؟

صفدر : آہ یہ پوچھو یہ کس آسماں کا ہے تارا
سمجھ لو کہ ہے موت نے اس کو مارا

نوشابہ:۔ تو یہ بھی کوئی بہادر یا صاحب دماغ تھا۔

صفدر:۔ آہ افسوس بانو یہ میرے گھر کا چراغ تھا۔

نوشابہ:۔ ہیں تو یہ آپکا بیٹا؟۔

صفدر:۔ جی ہاں وہی قسمت کا ہیٹا، جو موت کی گود میں لیٹا.......(۱)

اس کے بعد اس کی ظالم طبیعت تب عروج پہ پہنچتی ہے۔ جب وہ نام الدولہ کے بچے کو دریا میں پھینکنے کا حکم دیتا ہے۔

چنگیز:۔ کون نام کا جگر بند؟ پھینک دو شیطان کے بچے کو دریا میں پھینک دو۔

رستم:۔ چنگیز چنگیز اس بے گناہ کو رہا کر۔

چنگیز:۔ ہرگز نہیں لے جاؤ! لڑائی کے وقت اس کا سر کاٹ کر نیزے پر چڑھاؤں گا اور اس کی ماں کو فتح کی مبارک دینے جاؤں گا۔

چنگیز اس وقت بے حد خود غرض دکھائی دیتا ہے جب وہ دنیا کی ہر شہ کو اپنے لئے ہی تصور کرتا ہے اور خواہش رکھتا ہے کہ اگر وہ چیز اُسے حاصل نہ ہو تو کسی کو کبھی نہ ملے۔

چنگیز:۔ سب کو ہوگا رنج ہم کو غم نہیں تو کچھ بھی نہیں۔
اور روئیں اپنے گھر ماتم نہیں تو کچھ نہیں۔

لہ اسیر حرص (۱) (۱)
لہ " (۲) (۲)

آدمی دنیا میں ہر دم خوش نہیں تو کچھ نہیں
دم کے ہیں سب دم دے جب دم نہیں تو کچھ نہیں
ساری دنیا ہیچ ہے جب ہم نہیں تو کچھ نہیں ...(۲)

ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے بھی وہ نوشابہ سے اسقدر محبت کرتا ہے کہ وہ جب صفدر کو چھوڑ دیتی ہے تو صرف ناراض ہو کر رہ جاتا ہے۔

رستم ایک مثالی کردار کے روپ میں سامنے آتا ہے وہ اپنے آقا ناصر الدولہ سے بے حد محبّت کرتا ہے مہ جبیں سے سخت شکست سننے کے بعد بھی وہ ناصر کی جان بچانے کے لئے تنہا نکل پڑتا ہے۔ اور رحمدل بھی اتنا ہے کہ چنگیز کو جان سے نہیں مارتا اسے چھوڑ دیتا ہے۔ تاکہ اُسے نیک بننے کا موقع ملے۔ مگر جذباتی اتنا ہے کہ ناصر الدولہ کے بچّے کو قید میں دیکھکر تڑپ اٹھتا ہے اور چنگیز سے اس کی جان بچانے کے لئے گڑگڑاتا ہے۔

رستم:۔ اف! کیسی بیدردی، کیسی نامردی دیکھ دیکھ جو رستم کسی کے سامنے آج تک نہیں جھکا وہ آج دُکھ کے بوجھ سے تیرے آگے جھکتا ہے۔ معاف کر اس بے گناہ کو رہا کر۔

چنگیز:۔ ہرگز نہیں لے جاؤ۔

رستم:۔ چنگیز میں تجھ سے بھیک مانگتا ہوں بھیک۔

چنگیز:۔ کیا؟

رستم:۔ اس کی جان!

چنگیز:۔ خلافِ ارمان .... (۱)

چنگیز جب کسی صورت نہیں مانتا تو بہادری سے وہ بچے کو چھین لیتا ہے
اور تنہا سپاہیوں سے مقابلہ کرتا ہوا چلا جاتا ہے ۔
ناصر الدولہ کا کردار کچھ دبا دبا سا ہے اس کی بہادری صرف اس وقت ابھر
کر سامنے آتی ہے جب اسے قید کر کے چنگیز کے سامنے لایا جاتا ہے مگر اس
وقت وہ بہادری سے زیادہ ایک فلسفی اور ناصح دکھائی دیتا ہے
جب ناصر چنگیز سے سوال کرتا ہے کہ تجھے میری دشمنی سے کیا فائدہ ہے تو ۔
چنگیز :۔ فائدہ ؟ سلطنت حاصل کرنے کا قاعدہ ، جس طرح سے ایک میان میں
دو خنجر آبدار نہیں رہ سکتے اسی طرح ایک ملک میں دو شہریار نہیں رہ سکتے ۔

بھوک جب لگتی ہے طبیعت صبر کر سکتی نہیں
ایک روٹی دو بشر کا پیٹ بھر سکتی نہیں ۔

ناصر :۔ یہ تو انسانی خصلت نہیں ہے ، آدمی ایک روٹی دس آدمیوں کو بانٹ
کر کھاتا ہے ، مگر ایک کتا ہڈی اکیلے چباتا ہے ۔
جہاں میں رہ کر جن لوگوں میں ایسی کج ادائی ہے ۔
وہ اک کتے ہیں لیکن شکل انسانوں کی پائی ہے ۔ (۱)
وہ ایک حساس شوہر اور فکر مند باپ کے روپ میں اس وقت سامنے
آتا ہے جنگ میں جاتے وقت رستم کو اپنا وارث بناتا ہے ۔

لہ اسیر حرص (۲) (۲)

نسوانی کرداروں میں نوشابہ کا کردار بہت ہی انوکھا ہے وہ ظالم چنگیز کی بیوی ہے مگر بے حد نیک ہے بار بار چنگیز کو سمجھانے کوشش کرتی ہے

چنگیز:۔ تو کیا تم میری بیوی ہو کر میری شریک نہیں۔

نوشابہ:۔ نہیں، مظلوم سانپ کی شراکت ٹھیک ہے مگر ظالم شوہر کی شراکت ٹھیک نہیں۔

چنگیز: خیر شوہر کی نہیں تو دشمن کی شراکت کرنا، ناصر کے ساتھ تو بھی قبر میں اترنا[1]

شوہر سے بڑھ کے دشمنِ جانی کا دھیان ہو
چل دور ناسزائی یہاں سے دفعان ہو

مگر جب چنگیز کسی صورت اپنے کارناموں سے بعض نہیں آتا تو نوشابہ خود ہی خنجر لے کر اس کا خاتمہ کرنے اس کی خواب گاہ میں جا پہونچتی ہے۔

مہ جبین اور قمر کے کردار بہت ہی دھندلے ہیں انہیں صرف کہانی کو آگے بڑھانے کے لئے کام میں لایا گیا ہے۔

طنز و مزاح:۔ آغا حشر نے ڈرامے کا رنگ تو بدل دیا اس میں انقلاب لے آئے مگر مزاحیہ حصے میں زیادہ فرق نہیں کر سکے اس کی جو خاص وجہ تھی اس کے بارے میں آغا حشر نے خود لکھا ہے کہ ان سے پہلے کامکوں میں خوب اٹھا پٹخ ہوا کرتی تھی اور کامیڈی ایکٹنگ کی زیادہ تھی۔

---

[1] اسیر حرص (۲) (۲) (۲)

دھیرے دھیرے اسے انھوں نے الفاظ میں ڈھالا۔ جیساکہ اسیر حرص میں ہے مزاحیہ حصے ڈرامے کے خاص پلاٹ سے تقریباً الگ ہیں آغا حشر کی نظر میں ایسا کرنا اس وقت بہت ضروری تھا کیونکہ سینری سیٹنگ کا کام بہت مشکل تھا۔ جب تک آگے کے پردے میں کام ہوتا تھا تب تک پیچھے ایک خاص بات اور چھپی ہوئی تھی وہ یہ کہ سماج میں پھیلی ہوئی برائیوں پر طنز کرنے کا اس سے اچھا اور ذریعہ نہیں تھا۔ ڈرامانگار اس موقع کو کیسے ہاتھ سے جانے دیتے آغا حشر بھی کب پیچھے ہٹنے والے تھے اسیر حرص کی ایک مثال دیکھئے یہ وہ وقت تھا جب لوگ انگریزوں کی خوشامد کرکے "خان بہادر" کا لقب حاصل کرنا چاہتے تھے آغا حشر کو یہ بات بہت ناگوار گزری کہ ایک طرف تو جنگ آزادی کے سپاہی انگریزوں سے لڑ رہے ہیں اور عزیز جان قربان کر رہے ہیں دوسری طرف لوگ انھیں انگریزوں سے خان بہادر کا خطاب حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ انھوں نے اسیر حرص کے کامک میں کاری ضرب لگائی جس سے خان بہادری کے دلدادے تلملا اُٹھے ؎

حماقت :- اور کیا! گٹر ماسٹر سے رفتہ رفتہ میونسپلٹی کے ممبر بن جائیں گے غریب بھائیوں کی گردن پر چھری پھرائیں گے، جو دس پیسے نہ دے سکیں گے ان پر دس روپے کا ٹیکس لگائیں گے، اپنی عزت و حرمت بڑھائیں گے اور پھر سادہ حماقت بیگ کے عوض خان بہادر حماقت بیگ کہلائیں گے

؎ اسیر حرص (۳) (۲)

اس وقت خان بہادروں کے کردار پر انگلی اٹھانا کوئی آسان کام نہیں تھا مگر آغا حشر نے ان کی کوتاہیوں پر بھرپور وار کیا اور بغیر کسی خوف کے بیباکی سے اپنی بات کہی۔ انھوں نے ایک گانا بھی ترتیب دیا جو بہت مقبول ہوا۔

ساروں میں یاروں میں، بھنگی چماروں میں دھوبی کہاروں میں پاؤں گا نام
کرسی پہ بیٹھوں گا یاروں سے اینٹھوں گا دولت سمیٹوں گا صبح و شام
میں خان بہادر بن کے میں خان بہادر بن کے
دَر لوں گا، زر لوں گا، گھر رشوت سے بھر لوں گا
چال چلوں گا تن کے .... میں خان بہادر ....

ایک طرف تو یہ اصلاحی پہلو دوسری طرف گھونسا اور لات جوتے بھی خوب دکھائی دیتے ہیں۔

اسیر حرص کے مختلف کامک کے سین اس قصے پر مشتمل ہیں کہ حماقت بیگ اپنے بیٹے سلیم کی معشوقہ کو دل دے بیٹھتا ہے۔

اسے معلوم نہیں کہ وہ سلیم کی معشوقہ ہے اس کا نوکر جھنجھٹ، سلیم اور حسینہ مل کر اسے بیوقوف بناتے ہیں اور اس کی حماقتوں کی سزا دیتے ہیں جس سے سامعین ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو جاتے ہیں۔ لیکن اغا حشر نے اس کامک کے ذریعے اس زمانے میں پھیلی ہوئی ایک مہلک برائی کی طرف اشارہ کیا ہے وہ یہ کہ جو بوڑھے ڈھلتی عمر کی لڑکیوں سے شادی کے متمنی ہوتے ہیں ان کی کیا حالت ہوتی ہے امیرزادے پیسے کے بل پر عیاشی کرتے ہیں اور اپنی زندگی برباد کر لیتے ہیں۔

(سلیم کا شکل بدل کر آنا)

سلیم :- جناب تسلیم۔

حماقت :- تسلیم تسلیم، آپ کا اسم شریف۔

سلیم :- جناب فدوی کو کہتے ہیں عبداللطیف اصل میں بندہ امیر زادہ ہے مگر ان دنوں دلالی کے پیشے پہ آمادہ ہے

حماقت۔ امیر زادے ہو یا شیطان زادے۔ مگر ہو تو دلال؟

سلیم :- جی ہاں جی ہاں میں دلال ہوں

حماقت :- دلال کہاں کے؟ چکلے کے؟

سلیم :- توبہ توبہ کیا آپ بھی مجھ سے دل لگی کرتے ہیں؟

حماقت :- اجی دل لگی کا ہے کی جب پیشہ ہے تو کیا اندیشہ ہے آج کل کے امیروں کے لڑکوں نے اپنے ماں باپ کی لاکھوں کی کمائی ایک روپیہ کھانے والی چڑیا پھنسانے میں گنوائی جب مفلسی نے گردن دبائی تو بھیک مانگنے کی نوبت آئی جب پیٹ ہوا بھوکا اور جیب ہوئی خالی تو خریداری چھوڑ کر کرنے لگے دلالی کہو کیسی کہی ؎ لے کہو کیسی کہی۔

اغا حشر نے ان مکالموں کو پیش کر کے سماج کی اصلاح کرنے کی کوشش کی مگر وہ چاہتے تو الفاظ کو اور بھی تراش خراش کر لا سکتے تھے کہیں کہیں انھوں نے یہ کوشش ضرور کی ہے۔

؎ اسیر حرص (۲) (۷)

اور یقیناً وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب بھی ہوئے ہے

ہائے مجھے درد دل نے ستایا

فغاں میں، آہ میں، فریاد میں، شیون میں، نالوں میں

سناؤں درد دل طاقت اگر ہو سننے والوں میں

کباب سیخ ہیں ہم کروٹیں ہر سو بدلتے ہیں

جو جل اٹھتا ہے یہ پہلو تو وہ پہلو بدلتے ہیں

سانس دیکھی تن بسمل جو آتے آتے

اور چھڑا دیا جلاد نے جاتے جاتے

اسیر حرص آغا حشر کی کامیابی کا پہلا پڑاؤ ہے اس لئے اس میں قدیم کا رنگ آنا جو فطری تھا مگر بہت کچھ انھوں نے الگ ہٹ کر بھی لکھا کاٹک میں اٹھا پٹخ جو تا چیلی، مکالموں میں مقفی اور مسجع عبارت، اور گانے اشعار ضرور معلوم ہوتے ہیں مگر اس وقت کے ڈرامائی ماحول پر نظر دوڑانے کے بعد کچھ الزام تو حشر کے سر سے اتر ہی جاتا ہے

ڈراما اردو کا اور گانے خالص ہندی کے یہ رواج گانے اور اشعار آغا حشر نے بھی قائم رکھا ملاحظہ فرمائیں اسیر حرص کے کچھ ہندی گانوں کی جھلکیاں:

(۱) دینا ناتھ موہے ڈوبت تاروں۔

(۲) چلتی چھبیلا چال سندر البیلی۔

(۳) موری کاہے کرت ہو بڑائی سبھی۔

(۴) چلو گوئیاں ٹھمک چال جنیاں۔
(۵) انبوا کی ڈاری آ ڈری جھولنا جھلا ئے ری۔
(۶) پل پل تن من دھن وارو رے پران پیارے پھل پل وارو رے۔
(۷) سکھی جھولن میں راجن جھولت جھولنا۔
(۸) مورے شام مورے دھام مورے سنوریا۔
(۹) آؤ آؤ چھیلا میں مدھوا پلاؤں۔
(۱۰) نین کو بھائے پیتم، درشن دکھائے پیتم۔
(۱۱) اے من دھیر دھرو موری سجنی۔
(۱۲) تمہیں کون ان ریت سکھائی۔

ہندی گانوں کی اتنی لمبی فہرست اور بھی گانوں میں سخت ہندی کا استعمال ہو سکتا ہے کہ اس وقت لوگوں کے سمجھ میں آجاتا ہو مگر ایسا لگتا ہے آج بھی لوگ ان گانوں کو پوری طرح نہیں سمجھ پائے خاص طور سے اردو والوں نے تو ان گانوں کو اسطرح شائع کرایا ہے کہ انکا حلیہ ہی بدل گیا' آغا حشر نے "اسیر حرص" لکھتے وقت یہی سمجھ لیا تھا کہ اب ایسے گانے چلیں گے جن میں ہندی اور اردو دونوں کا امتزاج ہو اسی لئے انھوں نے اسیر حرص کے کئی گانے آسان زبان میں بھی لکھے اور جب اُردو کا استعمال کیا تو کہیں کہیں کٹھن الفاظ کے استعمال سے دامن نہیں بچا پائے مگر انداز یقیناً جدید تھا اور کمال تو یہ ہے یہ سب گانے موسیقی کی کسوٹی پہ بھی کھرے اترتے ہیں اسیر حرص کے اس طرح کے گانوں کے ٹکھڑے ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) اجی واہ جی واہ، دیوانہ ہے بندر مچھندر قلندر سے پالا پڑا۔
(۲) اماں مجھے اچھی سی ٹوپی منگا دے۔
(۳) ہائے مجھے دردِ جگر نے ستایا۔
(۴) چلی ناؤ مجدھار، لگا دے پار، پلا دے یار، بنے سرشار ہر اک مے خوار
(۵) یہ کہاں تھی میری قسمت جو تو نیک کار ہوتا۔
(۶) جوان دولہا پہ ہوں ہیں نثار۔
(۷) سزا دیتے ہیں یار تیرے بال گھونگھر والے۔
(۸) صورت میں سیرت ہیں۔

اسیر حرص کے گانے چاہے وہ ہندی کے ہوں، اُردو کے یا ملی جلی زبان کے دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اپنی ڈراما نگاری کے ابتدائی دور میں ہی اُن کا مطالعہ کافی وسیع تھا۔ ہندی کے الفاظ اس کثرت اور شان سے لانا بغیر مطالعہ کے ممکن نہیں اور قوافی کا اتنا عمدہ استعمال جب تک ممکن نہیں۔ تب تک فطری شاعری نہ ہو۔

آغا حشر استاد ذوقؔ اور مرزا غالبؔ سے بہت حد تک متاثر دکھائی دیتے ہیں۔ انھوں نے ذوقؔ کا ایک شعر بھی اسیر حرص میں استعمال کیا ہے۔

پھول تو دو دن بہارِ جاں فزا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے [1]

---

[1] ڈاکٹر مسعود حسن رضوی ادیب نے اس شعر کو ذوقؔ کا لکھا ہے مگر مصرعہ اولیٰ تبدیل ہے ہماری شاعری ص ۱۲۲ میں شعر اس طرح ہے۔ کھل کے گل کچھ تو بہار اپنی صبا دکھلا گئے۔ حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے مگر ذوقؔ کے دیوان میں یہ شعر نظر نہیں آیا۔

اور مرزا غالب کی بحر اور زمین پہ نہ صرف کافی اشعار کہے بلکہ گانے بھی لکھ ڈالے ؎

"یہ کہاں تھی میری قسمت جو تو نیک کار ہوتا"

مگر اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اسیر حرص کے گانے بہت مقبول ہوئے اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ آج ۵۷ برس بعد بھی اسیر حرص کے گانوں کی نقل میں فلموں کے گانے لکھے جا رہے ہیں اور مقبولیت پا رہے ہیں۔

(۱) سیاں سے ملن ہوگا رے من دھیر دھرو........ (انوکھی رات)

(۲) لندن سے آیا میں بن ٹھن کے........ (گوپی)

(۳) بڑا ہو کے دیس کا سپاہی بنوں گا........ (سن آف انڈیا)

اسیر حرص کے اشعار بھی ڈرامے کے مکالموں میں تقویت بخشتے ہیں ان میں آغا حشر نے فارسی اور ہندی دونوں طرح کی بحروں کا استعمال کیا ہے تین تین مصرعوں کے قطعے اس انداز میں کہے ہیں کہ مکالمے بولتے وقت شعر میں زور پیدا ہو جائے۔ کہیں کہیں پانچ پانچ مصرعے بھی کہے ہیں ؎

گئے وہ دن کہ حق میں قدر تھی دل کے لگانے سے

عداوت اب تو ہو جاتی ہے اس کا نام آنے سے

یہ ثابت ہو گیا اچھی طرح اب آزمانے سے

جسے کہتے ہیں الفت اٹھ گئی سارے زمانے سے

خوشی ہوتی ہے اب بھائی کو بھائی کے ستانے سے

اسیر ہرصی میں انتخاب کرنے سے بہت سے اشعار معیاری اور بلند پایہ مل جائیں گے جن کو اگر ڈرامے سے الگ بھی کر دیا جائے تو بے حد لطف دیں گے لیکن ڈرامے میں جس جگہ وہ استعمال ہوئے ہیں اور بھی لطف دیتے ہیں چند اشعار دیکھئے۔

(۱) چمک دیتے ہیں کیا پانی کے قطرے صبح روشن میں
لگی ہیں موتیوں کی جھالریں صحرا کے دامن میں

(۲) غضب ہے اس بت کافر پہ میرا دم نکلتا ہے
نیا تابوت جس کے کوچے سے ہر دم نکلتا ہے

(۳) جی جائے اس دوا سے جسے دم میں دم نہیں
بوسہ ترا علاج مسیحا سے کم نہیں

(۴) خاک ہو کر آبرو زیر فلک جاتی نہیں
عطر کی مٹی میں مل کر بھی مہک جاتی نہیں
جان جائے گی مگر جوہر نہ جائیں گے کبھی
توڑ بھی ڈالو تو ہیرے کی چمک جاتی نہیں

(۵) معلوم جو ہوتا ہمیں انجام محبت
لیتے نہ کبھی بھول کے ہم نام محبت

اس طرح کے نہ معلوم کتنے اشعار اسیر ہرصی کے گلشن کو اپنی خوشبو سے معطر کئے ہوئے ہیں۔ جو اسیر ہرصی کی کامیابی میں برابر کے شریک ہیں۔

اسیرِ حرص اور
اس کا اصلی روپ

اسیر حرص کا ذکر تو بہت سی کتابوں میں آیا ہے، کئی کتابوں میں اسکے اقتباسات بھی نقل کئے گئے ہیں مگر ایسا لگتا ہے کہ آغا حشر کا یہ مشہور ڈراما پوری طرح سے صرف دو بار شائع ہوا۔

(۱) دیا سنگھ اینڈ سنز لاہور ۱۹۱۵ء کے قریب۔

(۲) اردو مرکز لاہور ۱۹۵۷ء اور ۱۹۶۵ء میں اور تیسری بار اعتقاد پبلشنگ ہاؤس نئی دہلی ۱۹۸۹ء میں
مرتبہ ڈاکٹر سید وقار عظیم

دیگر کتب مثلاً

(۱) اردو ڈرامہ، ڈاکٹر قمر رئیس۔ سرسید بک ڈپو علی گڑھ ۱۹۶۳ء

(۲) اردو تھیٹر، ڈاکٹر عبدالعلیم نامی۔ انجمن ترقی اردو کراچی ۱۹۶۲ء

(۳) آغا حشر کاشمیری اور اردو ڈراما ڈاکٹر انجمن آرا بیگم
ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ ۱۹۷۹ء

(۴) آغا حشر اور ناٹک (ہندی) عبد القدوس نیرنگ

یو پی سنگیت ناٹک اکاڈمی لکھنؤ سنہ ۱۹۷۸ء

وغیرہ اسی طرح پر تنقید لکھتے وقت اس ڈرامے کے اقتباسات پیش کئے گئے ہیں مگر ... دیکھنے کے بعد ایسا لگا کہ سبھی نے وقار عظیم کے مرتبہ ڈراموں سے ہی نکال لیا ہے کیونکہ جس طرح کا ڈراما وقار عظیم کی کتاب "آغا حشر اور ان کے ڈرامے" میں چھپا ہے وہ صحیح ہو یا غلط ان لوگوں نے اسے تقریباً ویسے کا ویسا ہی اتار دیا ہے مثلاً اُردو ڈرامہ میں ڈاکٹر قمر ہاشمی نے ایک اقتباس اس طرح پیش کیا ہے :-

باب پہلا سین چوتھا ۔ باغیچہ ناصر الدولہ ۔

(قمر سیر ناصر الدولہ کا جھولا جھولتے اور مہ جبیں کا مع سہیلیوں کے نظر آنا)

گانا

سہیلیاں :۔ سکھی پھولن میں راجن جھولت جھولنا، مانند ہو امکھ چاند واہ واہ

جھولو جھولو سرتاج، جھولو جھولو راجن کے بیچ سکھی پھولن میں رات جھولنا۔

جھولنا نورا باغ یہ پھلواری رہے کر داغ سرتاج جگ سرداری رہے

جے جب لالہ آنکھ کا اجالا ۔ پائے جگ جگ راج ساج سکھی پھولن

اس گانے کو جب سید وقار عظیم کی کتاب میں دیکھا تو اسی طرح پایا بس ایک جگہ کتاب کی غلطی میں تیسری سطر میں پھلواری رہے " کے بجائے پھلواری اسے ہو گیا ہے اب اس گانے کو کوئی نقاد یا فنِ موسیقی کا ماہر پڑھے گا تو کہے گا کہ آغا حشر کے گانوں میں ربط نہیں ہے اور فن موسیقی کی کسوٹی پر وہ کھرے نہیں اترے ۔

اس کے علاوہ گانے کو دیکھ کر یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ یہ کس طرح سے اسٹیج کیا جائیگا
سہیلیاں اس گانے کو کس طرح گائیں گی۔ اس کے علاوہ ایک بات یہ بھی ذہن میں
ابھر سکتی ہے کہ بچہ جھولوں میں کیسے جھول سکتا ہے۔ جھولے میں کیوں نہیں جھولتا؟
جب اسی گانے کو [illegible] کے قدیم نسخہ سے دیکھا گیا تو سبھی گتھیاں
سلجھ گئیں اور واضح ہو گیا کہ آغا حشر کے فن میں کوئی خامی نہیں بلکہ یہ گانا ٹھیک
طرح سے منظر عام پر نہیں آسکا گانا اس طرح ہے۔

سبھی سہیلیاں :- سکھی جھولن میں راجن جھولت ۔ نا جھولنا
سہیلی نمبر ۱ :- ماند ہوا دیکھ چاند
کورس :- واہ واہ واہ
سہیلی نمبر ۲ :- جھولو جھولو سرتاج، جھولو راجن کے راج جھولت جھولنا
سہیلی نمبر ۳ :- پھولے تورا باغ جیوں پھلواری رہے، کر دائم سورے سرتاج
جگ سرداری رہے
کورس :- جے جے لالہ، آنکھ اجالا۔ پائے جگ جگ راج ساج،
سکھی جھولن میں

اب ایک اقتباس "آغا حشر اور ناٹک" (ہندی) کا بھی ملاحظہ فرمائیں
جو ٹھیک اسی طرح سے (تار منظم کے بیان [illegible]) کتابت کی ہلکی سی غلطی کے علاوہ)
جس کو پڑھنے کے بعد ناقدین نے ضرور یہ رائے قائم کی ہوگی کہ آغا حشر کے
گانوں میں ربط نہیں ہے ان کے اشعار الٹا ملٹا بکھرے پڑے ہیں اور پلاٹ
بکھرا ہوا ہے مگر اس نسخے سے مقابلہ کرنے پر جب تکنیک ٹھیک سے کالے ربط کے ساتھ

سامنے آتے ہی تو بہت سے الزامات آغا حشر کے سر سے اتر جاتے ہیں۔

چنگیز :۔ تو کیا میں چچا کے مال میں کوئی حق نہیں رکھتا؟

نوشابہ :۔ نہیں ہرگز نہیں! جب بیٹا موجود ہے تو بھتیجے کا حق نابود ہے۔

چنگیز :۔ حق نابود ہے تو اسے ہست کروں گا نوک شمشیر سے لیست کروں گا۔

غرور اسکو تو بیشک لشکر جرار پر ہوگا، مگر جب ہاتھ میں میرا تیغ جوہر دار پر ہوگا

بیان الاماں جب ہر لب گفتار پر ہوگا، کہ جب سر کٹ کے ہوگی کا فرق تلوار پر ہوگا

نوشابہ :۔ کیا یہی تلوار؟

چنگیز :۔ ہاں یہی تلوار

نوشابہ :۔ ہاتھ میں جب کسی نادان کے آجاتی ہے عقل و دانائی کی جڑ کاٹ کے کھا جاتی ہے۔

چنگیز :۔ کیا تم میرے کام میں عیب نکالتی ہو؟

نوشابہ :۔ بیشک میں تمہارے کام میں عیب نکالتی ہوں۔

یہاں جو مکالمے پیش کیے گئے ہیں ان میں ربط نہیں ہے ایسا لگتا ہے کہ بیچ کے مکالمے چھوٹ گئے ہیں یہ بات تب ثابت ہوئی جب اصل ڈرامے میں ان مکالموں کو دیکھا گیا جو اس طرح ہیں۔

چنگیز :۔ تو کیا چچا جان کے مال میں، میں کوئی حق نہیں رکھتا؟

نوشابہ :۔ نہیں کوئی نہیں، جب بیٹا موجود ہے تو بھتیجے کا حق نابود ہے

چنگیز :۔ خیر حق نابود ہے تو ہست کروں گا، نوک شمشیر سے لیست کروں گا۔

نوشابہ :۔ سنا ہے وہاں تو بہت فوج و لشکر کا اہتمام ہے۔

چنگیز:۔ تو کیا مضائقہ ہے فتح ہمارے ہی نام ہے ٹھہار کی ایک سال کی محنت اور لاکھوں کا ایک گھڑی کا کام ہے ۔

غرور اسکو تو بیشک لشکر جرار پر ہوگا
مگر جب ہاتھ میں تیغ جوہر دار پر ہوگا

سماں محشر کا اس دم دیکھنا تکرار پر ہوگا
بیان الاماں جب ہر لب گفتار پر ہوگا

کہ جب نصرت کے موذی کا سر تلوار پر ہوگا

نوشابہ:۔ مگر میں نے تو سنا ہے آپ کی فوجی حالت بہت کمزور ہے ۔

چنگیز:۔ مجھے صرف اپنی تلوار کا زور ہے

نوشابہ:۔ کیا یہی تلوار؟

چنگیز:۔ ہاں یہی تلوار

نوشابہ:۔ عقل کے بدلے جہالت جو سکھا جاتی ہے ۔ جب کسی نادان کے آ جاتی ہے عقل و دانائی کی حرکات کے منافی ہے

چنگیز:۔ تو کیا تمہاری رائے ہے باہم صلح سے کام لیں ۔

نوشابہ:۔ میرے خیال سے آپ غصہ کو تھام لیں ۔

چنگیز:۔ نہیں ہرگز نہیں انسان کو اتنا میٹھا نہیں ہونا چاہیئے کہ لوگ اسے کھا جائیں

نوشابہ:۔ اور اتنا کڑوا بھی نہیں ہونا چاہیے کہ لوگ اسے تھوک دیں ۔

چنگیز:۔ میں جانتا ہوں کہ خوبصورت عورتیں بیوقوف ہوا کرتی ہیں ۔

نوشابہ:۔ اور میں بھی سمجھتی ہوں کہ مغرور انسان اکثر نادان ہوا کرتے ہیں

چنگیز:۔ خیر میں نادان سہی مگر یاد رکھنا جہاں تک میرے جسم میں جان باقی رہے گی وہاں تک ناصر کی زندگی گمشتاق رہے گی ۔

نہ ہوگا یہ فیصلہ زباں سے جو ہوگا اس تیغ خوں چکاں سے
پڑیں گے سنگ جفا وہاں سے چلیں گے تیر قضا یہاں سے

نوشابہ: جاتی جتنا تم میں حسن ہے اتنا سمجھداری کا طور نہیں

نوشابہ: اور تم میں جتنی بہادری ہے اتنی فکر و غور نہیں

چنگیز:۔ نوشابہ تمہاری زباں باتوں سے زیادہ کرخت ہے۔

نوشابہ:۔ اور میری زبان سے زیادہ آپ کا دل سخت ہے

چنگیز:۔ یہ دل کی سختی تو بہادری کا خزانہ ہے

نوشابہ:۔ میری زبان کی سختی تو سچائی کا تازیانہ ہے

چنگیز:۔ دیکھو دیکھو نوشابہ تمہاری باتیں مجھے بہت ناراض کر رہی ہیں۔

نوشابہ:۔ میری باتیں تو آپ کو ناراض کر رہی ہیں مگر آپ کا ظلم خدا کو ناراض کر رہا ہے۔

چنگیز:۔ خدا ناراض ہوتا ہے تو رحم کرتا ہے

نوشابہ:۔ اور انسان ناراض ہوتا ہے تو رحم کبھی نہیں کرتا

چنگیز:۔ کیا تم میرے کام میں عیب نکالتی ہو؟

نوشابہ:۔ بیشک میں تمہارے کام میں عیب نکالتی ہوں۔

اب آپ دونوں اقتباسات کو غور سے پڑھیں اور فیصلہ کریں کہ کون سا ٹھیک معلوم ہوتا ہے وقار عظیم کی کتاب میں دوسرے اقتباس کے کچھ مکالمے اور بھی آئے ہیں لیکن اس ڈرامے سے کہ ڈرامے کا ربط ختم ہو گیا ہے۔

اب ایک اقتباس انجمن آرا کی کتاب "آغا حشر کاشمیری اور اردو ڈراما"

سے لیا جائے جو سید وقار عظیم سے تو بالکل ملتا جلتا ہے مگر اصل ڈرامے سے بہت فرق ہے۔ انھوں نے انگریزی کا جو اقتباس پیش کیا ہے وہ بھی انکی بات کی پوری طرح عکاسی نہیں کرتا کہ آغا حشر نے اس اقتباس سے اسیر حرص کے مکالمے کہاں لکھے۔ ہزارد میں الانزو (ناصر الدولہ) کے قید ہو جانے کا ذکر ہے ایک بار جب سپاہی بادشاہ اٹھا لیا اور رولا کو اس کے قید ہو جانے کی خبر دیتے ہیں۔ انجمن آرا نے جو انگریزی کا اقتباس پیش کیا ہے وہ بھی پورا نہیں ہے جس سے ہزارو کے مکالموں کا حسن ختم ہو گیا ہے۔ اسی طرح اسیر حرص کے مکالموں میں بھی فرق ہے۔ انجمن آرا کا اقتباس اس طرح ہے (سید وقار عظیم کی کتاب میں بھی اسی طرح ہے)

رستم :۔ اے ہے یہ کیا شور مچایا۔ کہیں شاہ کا بھی پتہ پایا؟

سپاہی :۔ ہائے ہائے، شاہ کہاں، شاہ ہلاک ہوا۔

رستم :۔ اف جگر چاک ہوا۔ خدایا! میرے کانوں کو کیا سنایا۔

مہ جبیں :۔ ناصر، ناصر، پیارے ناصر! بتاؤ بتاؤ کہاں ہے؟ میرا گل رعنا کہاں ہے؟

نہیں نہیں تم نے گردن کیوں جھکالی؟ میرا پیارا کس حال تباہ میں ہے؟ کس جا چھپا ہوا ہے وہ کس کی پناہ میں ہے۔

رستم :۔ افسوس صد افسوس وہ اسکی پناہ میں ہے جہاں قیامت کے دن چنگیز کو پناہ لینا دشوار ہو گا۔

مہ جبیں :۔ ہیں تو کیا میرا پیارا دنیا سے سدھارا! افسوس۔

اصل ڈرامے میں مکالمے اس طرح ہیں۔

رستم :- کیوں ؟ کیا غضب آیا جو اتنا شور مچایا۔ کہیں شاہ کا بھی پتہ پایا ؟

سپاہی :- شاہ کا اب کہاں نام و نشاں

رستم :- تو کیا وہ مر گئے ؟

سپاہی :- افسوس ایسا ہی ہوا

رستم :- اف جگر چاک ہوا (مہ جبیں کا داخل ہونا)

مہ جبیں :- ناصر، ناصر، پیارے ناصر! بتاؤ بتاؤ کہاں ہے وہ ؟ گل رعنا کہاں ہے کس جا چھپا ہے کس کی پناہ میں ہے۔

مہ جبیں :- تو کیا میرا پیارا خدا کے گھر سدھارا ؟

یہاں یہ بات واضح ہے کہ دوسرا اقتباس ہی ٹھیک معلوم ہوتا ہے کیونکہ ایک بہادر اور فوج کے سپہ سالار کا "ہائے ہائے" کہہ کے بھاگتے ہوئے سپاہیوں کو ڈانٹنا اور سپاہیوں کا "ہائے ہائے" کرکے جواب دینا۔ یہ ٹھیک ہے کہ اس وقت مسجع اور مقفیٰ عبارت رائج تھی مگر یہ بات بالکل الگ ہے ڈرامے کے دوسرے اقتباس کو پڑھنے سے حقیقت معلوم ہو گی کہ آغا حشر نے تو سپہ سالار اور سپاہیوں کی زبان کے مطابق مکالمے لکھے تھے مگر وہ شائع کس طرح ہوئے۔ دوسرے مہ جبیں کا اسٹیج پر داخل ہونے کا ذکر بھی پہلے اقتباس میں نہیں ہے جس سے ایسا لگتا ہے کہ مہ جبیں پہلے سے ہی وہاں موجود تھی۔ اسی طرح انجمن آرا نے اس سین کے لئے انگریزی کے جو مکالمے پیش کئے ہیں وہ اس طرح ہیں :-

Cora: Where is Alanzo?.

Cora: (Falling at the Kings feet)
give my husband, give
this child his father

Ataliba: I grieve that Alanzo is
not here

Cora: Hoped you to Find him?

Ataliba: Most anxiously

Rolla: Alanzo hos not been
found

Cora: Not Found! what meen
you? say Hot that he is not
found say at once that he
is Dead.

Rolla: Alouza is t Prisoner

Cora: Prisoner! and by the spa-
niards Pizarro's prison?
then is Dead.

اگر اردو کے اقتباس اور انگریزی کے پیرا ادو میں تعلق پیدا کرنا ہے تو

اس کے دو حصے کرنا پڑیں گے پہلا حصہ وہ جب سپاہی آکر رولا اور اٹالیبا کو الانزو کے قید ہونے کی خبر دیتے ہیں۔

Rol: Now soldier from Alango

Ata: Alanzo's genius soon Replied the poner which early broke rank, &k— but I fear we have to mourn Alanzo's Loss his eager sprit urged him too for in the pursuit

Ata: How! Alanzo Slain?

Pirst Sol: I saw him fall.

Sec Sol: Trust me I beheld him up again and Fighting — he was then Surrounded an disarmed.

اور دوسرا حصہ وہ جب وقت رولا اور اٹالیبا کو را کو الانزو کے قید ہونے کی بات بتاتے ہیں جسے انجمن آرا نے بھی پیش کیا ہے مگر اصل ڈرامہ کا حصہ اس طرح ہے۔

Cora: Where is Alanzo? [Rolla

Turns away in Silence, Cora Falling at the Kings feet]
Give me my husband, give this Child his father.

Ata : I grieve that Alonza is not here

Cora : Hoped you to Find him ?

Ata : Most anxiously

Cora : Ataliba ! is he not Dead ?

Ata : No ! The gods will have heard our prayers

Cora : Is he not dead, Ataliba ?

Ata : He Lives in my heart

Cora : O King Torture me not thus ! Speak out is this Child Fatherless.

---

(۱) آغا حشر کاشمیری اور اردو ڈراما A-A-Beg Page 94

(۲) Pizarro ; Sheridan 426-427

Ata : Dearest cora! do not thus
dash aside the little hope
that still remains.

cora : The little hope! yet still
there is hope! speak to
me, Rolla, you are the friend
of truth.

Rol : Alonzo has not been
found

cora : Not found, what mean
you? will not you,
Rolla tell me truth? oh
! Let me not here the
thunder rolling at a
Distance; let the bolt
Fall and crush my brain
at ounce-say not that
he is not found! say at
ounce that he is dead

Roll: Then should I say False!

Cora: Blessing son the for that world. But snatch me from This Terribale Suspense. Left up thy little hand, my child, perhapes they ignorance may plead bether than thy mother a going

Rol: Alanzo is Taken prisoner.

Cora: prisoner! and by the Spaniards! Pizzaro's prisoner! Than is he dead

یہ دو پیزارو کے ٹھیک اور پورے مکالمے ہیں جو انجمن آرا صاحبہ نے
صرف اس لئے کتر دیئے تھے تاکہ اپنی یہ بات کو ٹھیک اور صحیح ثابت کر سکیں
کہ یہاں یہ مکالمے اسیر حرص کے مشابہ ہیں جبکہ ایسا نہیں ہے اسیر حرص میں
سپاہی رستم کو ناصر الدولہ کے مرجانے کی خبر دیتے ہیں اور وہ یہی خبر مہ جبیں کو
سنا دیتا ہے۔ مگر پیزارو میں سپاہی اس کے قید ہونے کی خبر دیتے ہیں اور

Pizzaro pag 427, 429

رولا واٹا لیا بھی کورا کو اسکی موت کا ہنس گرفتار ہونے کا یقین دلاتے ہیں۔
مگر انجمن آرا نے مکالموں کو اپنی طرف سے چھوٹا کرکے کچھ اور ہی تاثر دینے کی کوشش کی ہے اسی طرح ان کے پیش کئے ہوئے تقریباً ہر اقتباس میں غلطیاں دیکھی جا سکتی ہیں۔

یہ تو تھی ان کتب میں سے کچھ کی بات جن میں مثال کے طور پر "اسیر حرص" کے صرف چھوٹے چھوٹے اقتباسات دیئے گئے ہیں۔ ان اقتباسات میں بھی اس قدر اغلاط ہیں تو آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ پورے ڈرامے کی کیا حالت ہوگی۔

ہم سب کو چھوڑ کر صرف اسی ڈرامے کی بات کرتے ہیں جس سے سبھی نے استفادہ حاصل کیا یعنی ڈاکٹر سید وقار عظیم کا ڈراما جو کئی بار شائع ہوا مگر اسکی غلطیاں ابھی ٹھیک نہیں ہو پائیں۔ ہم سب سے آخری بار چھپے ہوئے ڈرامے کا سرسری جائزہ لیں گے جس سے قارئین کو اندازہ ہو جائے گا کہ اسیر حرص کا اصلی روپ کیا ہے اور یہ ڈراما پھر سے شائع کرانے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ ڈراما شروع ہوتے ہی حمد شروع ہوتا ہے اور نظر پہلی لائن پر ہی اٹک جاتی ہے ملاحظہ فرمائیے۔

دنیا ناچیز ہو [illegible] تارو [illegible] سرکار سے بھکے بھکے
بھول سے ادھار [illegible] ہے [illegible] ردو (۱)

---

(۱) آغا حشر اور ان کے ڈرامے ۔ وقار عظیم ۔ ص 57

اب آپ ہی فیصلہ کریں کہ آپ کے کیا سمجھ میں آیا؟ صاف ظاہر ہے
کہ کسی گانے والے کو بٹھا کر لکھا گانا، اس نے جیسا یاد تھا گا دیا اور پھر
وہ بھی اس پر حرص کی حد ہو گئی۔ نہ لکھنے والے نے مطلب سمجھنے کی کوشش
کی نہ گانے والے نے اور تصویر خراب ہوئی آغا حشر کی بہت غور و فکر
کرنے کے بعد گانا یوں ہوا۔

"دنیا ناچت ہو ہے ڈوبت تارو
اُبارو، کرنا نہ دنیاں سے بھیکے
بھول بے اودھار، کرو پار، ہو گا ست وارو"

"ڈوبت تارو" یعنی ڈوبتے کو بچانا تو سمجھ میں آتا ہے ڈوبت
ابارو نہیں سید وقار عظیم کی کتاب "آغا حشر اور ان کے ڈرامے" سے ایک
اقتباس اور ملاحظہ فرمائیے اور پھر وہ اقتباس دیکھیے جو میں پرانے نسخے
سے پیش کروں گا آپ کو نمایاں فرق محسوس ہوگا۔ اور اغلاط آپ کی
نظر میں آ جائیں گے۔

ناصر:۔ اخاہ، خوشی خوشی! حسن و عشق کے دو گل و بلبل یا شجر عشق کا
میٹھا ثمر بھی خوشی!
مہجبیں:۔ (دیکھ کر) ہیں یہ کون کھڑا ہے باغبان!
ناصر:۔ ہیں باغباں! یہ تو میں ہوں آپ کا عاشق نیم جان
مہجبیں:۔ عاشق نیم جان کچھ شامت تو نہیں بد زبان
ناصر:۔ شامت!

مہ جبیں! (دیکھ کر) او ہو! آپ ہیں حضور! نہیں نہیں معاف کیجیے گا قصور۔

ناصر:۔ خوب! معاف کیجیے گا قصور۔ اجی واہ جناب عالی! یہ تو آپ نے اچھی چال ہے نکالی کبھی دو گالی کبھی بناؤ باغبان یا مالی اور پھر معافی مانگ کر بچ جاؤ گی خالی سے

خطا معاف نہ ہرگز حضور کی ہوگی ٭ خطا جو کی تو سزا بھی قصور کی ہوگی

مہ جبیں سے سزا و لائق گار محبت   کھڑی ہے لو گنہگار محبت

ہمارے ہاتھ باندھو گیسوؤں سے   ہمیں سمجھو گنہگار محبت [1]

اب اسی اقتباس کو پرانے نسخے کے سہارے پیش کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیں مکالموں میں کتنا فرق ہے جس سے طرز بیان میں بھی زمین آسمان کا فرق آگیا ہے مکالموں کی تراش خراش کا جو ہر آغا حشر کے یہاں کی خصوصیت ہے وہ مکالموں میں فرق آنے سے مجروح ہوگئی ہے۔

ناصر:۔ اہا خوشی خوشی حسن و عشق کے دو گل و بلبل یا شجر عشق کا میٹھا ثمر، ایک عاشق و معشوق کی سچی خوشی یہی ہے۔

مہ جبیں (چونک کر) ہیں یہ کون کھڑا ہے باغبان؟ ارے بخت سے تو بول بد ادسان۔

ناصر:۔ ہیں باغبان! یہ تو میں ہوں آپ کا عاشق نیم جان

---

[1] آغا حشر اور ان کے ڈرامے وقار عظیم۔ ۱۳۱

محبوب :- عاشق ہم جان کہیں شامت تو نہیں آئی بد زبان

ناصر :- شامت ؟

محبوب (دیکھ کر) کون ؟ آپ ہیں جناب عالی میں سمجھی تھی باغبان یا مالی

ناصر :- کیوں نہیں ؟ ضرور

محبوب :- معاف کیجئے حضور

ناصر :- ہوں معاف کیجئے اجی واہ جناب عالی کیا اچھی چال نکالی کسی کو بنائیں مالی ، کسی کو دیجئے گالی اور پھر معافی مانگ کر بچ جائیے خالی سے

خطا معاف نہ ہرگز حضور کی ہوگی
خطا جو کی تو سزا بھی قصور کی ہوگی

محبوب :- سزا دو لائق کار محبت + کھڑی ہے تو گرفتار محبت
ہمارے ہاتھ باندھو گیسوؤں سے + ہمیں سمجھو گنہ گار محبت

اقتباس نمبر ا میں پہلا مکالمہ " اخاہ " سے شروع ہوتا ہے اور دوسرا اقتباس " آہا " سے جب کسی باغ وغیرہ کو دیکھ کر خوشی حاصل ہوتی ہے تو زبان سے بے ساختہ " آہا " نکلتا ہے نہ کہ " اخاہ " دونوں اقتباسات میں طرز بیان کا نمایاں فرق دکھائی دیتا ہے نمبر ا کے مکالمے ادھورے اور دھندلے معلوم ہوتے ہیں اس کے برعکس دوسرے اقتباس کے مکالمے پورے اور صاف ہیں اس سے ڈرامے کی شان پر تو اثر پڑتا ہی ہے ڈرامانگار

کی تصویر بھی خراب ہوتی ہے۔ اشعار کے سلسلے میں بہت لاپرواہی سے کام لیا گیا ہے ان ڈراموں کو ایک نظر دیکھنے کے بعد قاری یہ فیصلہ کرتا ہے کہ آغا حشر پختہ کار شاعر نہ تھے بلکہ ڈرامے کی ضرورت کے مطابق اشعار موزوں کر لیا کرتے ہوں گے جب کہ ایسی بات نہیں تھی آغا حشر نے جو اشعار لکھے انہیں فن عروض کی کسوٹی پر کس کر دیکھ لیا ہے۔ یہ بات الگ ہے کہ مکالمے میں لطف پیدا کرنے کے لئے یا اپنی بات کو واضح کرنے کے لئے کہیں باغیانہ رخ اختیار کر لیا ہو مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ عروض، منطق یا پنگل سے بے واقف نہیں تھے غلطیاں ڈرامے کو پیش کرنے میں ہوئی ہیں مثلاً پہلے اقتباس میں ایک شعر اس طرح ہے۔

سزا دو لائق کار محبت + کھڑی ہے لو گنہگار محبت
ہمارے ہاتھ باندھو گیسوؤں سے + ہمیں ہیں گنہ گار محبت

پہلے مصرعے میں قافیہ کار، دوسرے اور چوتھے میں گنہگار استعمال کیا گیا ہے جو ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔ کہ ایک ہی قافیہ قطعے کے دوسرے اور چوتھے مصرعے میں استعمال ہو بلکہ یہ غلط بھی ہے مگر اقتباس نمبر ۲ کا شعر پڑھنے سے بات صاف ہو جاتی ہے جہاں دوسرا مصرعے کا قافیہ "گرفتار" ہے اور یہی ٹھیک معلوم ہوتا ہے۔ گرفتار اور ہاتھ باندھو گیسوؤں سے میں مناسبت ہے اس لئے گرفتار قافیہ ہی صحیح ہے۔ اسی طرح کی غلطیاں پورے ڈرامے میں جگہ جگہ پائی جاتی ہیں۔ ایک شعر اس طرح چھپا ہے۔

بھوک جب ہو تو طبیعت صبر کر سکتی نہیں،
ایک دوردی ڈلشبر کا پیٹ بھر سکتی نہیں[1]

جبکہ ہونا چاہیے تھا۔
بھوک جب لگتی ہے طبیعت صبر کر سکتی نہیں
ایک ردی ٹی دولشبر کا پیٹ بھر سکتی نہیں

کامک کے حصہ میں بھی بہت فرق ہے کہیں کہیں پورے مکالمے تبدیل ہیں اور کسی جگہ ان کو الگ، ڈھنگ سے پیش کیا گیا ہے مثلاً جنگل میں چنگیزی کیمپ کا منظر ہے اور وقار عظیم صاحب کے یہاں سین شروع یوں ہوتا ہے۔

پہلا سپاہی :۔ مرزا صاحب ہٹیے
مرزا حماقت بیگ :۔ اداس ہوں، میں تو نہیں ہٹنے کا
پہلا :۔ مرزا صاحب سنتے ہو۔
مرزا :۔ میں تو سنتا ہوں مگر مرزا صاحب نہیں سنتے[2]

مگر جس نسخے سے میں نے فیض حاصل کیا ہے اس میں انھیں مکالموں کو واضح اور مکمل طور سے دیا ہوا ہے۔

سپاہی نمبر ۱ :۔ کہئے جناب عالی کچھ جہاں پناہ کے برآمد ہونے کی خبر نکالی ؟
سپاہی نمبر ۲ :۔ جی ہاں کوئی لڑائی کا نقشہ جاتے ہیں عنقریب تشریف لاتے ہیں

---

[1] آغا حشر اور ان کے ڈرامے وقار عظیم ۱۵۲
[2] ” ” ” ۱۲۰

(ایک سپاہی کا اندر سے آنا اور دوسری طرف سے مرزا حماقت بیگ کا داخل ہونا) مگر یہ کون صاحب سامنے سے تشریف لاتے ہیں ارے ارے یہ تو وہی عقل کے ادھورے مرزا حماقت بیگ ہیں۔

(سپاہی اور مرزا حماقت بیگ کا ٹکرانا)

حماقت :۔ (ٹکراتے ہوئے) ارے ہٹیے

سپاہی :۔ جی مرزا صاحب پہلے آپ ہٹیے

حماقت :۔ اوں ہوں میں تو نہیں ہٹنے کا

سپاہی :۔ تو میں بھی نہیں ہٹنے کا

سپاہی :۔ اچھا تو کھڑے رہو۔

حماقت :۔ میں تو سنتا ہوں مگر مرزا صاحب نہیں سنتے

اب آپ خود دیکھیے کہ دوسرے اقتباس میں مکالمے کس اچھے انداز میں پیش کیے گئے ہیں کہ مرزا حماقت بیگ کا تعارف بھی ہو جاتا ہے اور یہ بھی پتہ چل جاتا ہے شاہ چنگیز آنے والا ہے جبکہ پہلے اقتباس میں ایسا کچھ ظاہر نہیں ہوتا۔

میں نے اسیر حرص کے شائع شدہ نسخوں سے کچھ غلطیوں کی طرف اشارہ کیا گیا اسی طرح کی تمام کمیاں اور غلطیاں ڈرامے میں جگہ جگہ دکھائی دے جاتی ہیں مجھے لگا کہ آغا حشر کے زمانے میں ہی چھپا ہوا نسخہ جو لاہور سے شائع ہوا تھا اصل نسخے کے بہت قریب ہے اور اب وہ نسخہ کہیں ملتا نہیں ہے اس لیے اس میں بھی جو کمیاں رہ گئیں تھیں انھیں قلمی نسخے، آغا حشر کے زمانے کے اداکاروں ہستیوں

موسیقاروں اور سامعین کے ذریعہ پورا کیا اور آپ کے سامنے پیش کر دیا۔ اب فیصلہ آپ کے ہاتھ ہے کہ آغا حشر کے اس شہ پارہ کو جو اردو ڈرامانگاری میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے پیش کرنے میں کہاں تک کامیابی حاصل ہوئی ہے اگر یہ تجربہ کامیاب رہا تو انشاء اللہ آغا حشر کے بھی ڈرامے مع مقدمہ ایک کے بعد ایک سلسلہ وار پیش ہوتے رہیں گے اور آغا حشر کے قلم سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ سامعین کے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔

تختہ ناٹک

مردانہ کردار

چنگیز	ناصر کا چچا زاد بھائی
ناصر	چنگیز کا بھائی (و تاج کا وارث)
رستم	ناصر کی فوج کا سپہ سالار
صفدر	ناصر کا وفادار افسر
حماقت بیگ	ایک جھکی اہلکار
سلیم	حماقت بیگ کا لڑکا
جھنجھٹ	حماقت بیگ کا نوکر
قمر	ناصر کا لڑکا

(علاوہ ازیں سپاہی ۔ داروغہ ۔ قاتل وغیرہ)

زنانہ کردار

نوشابہ	چنگیز کی بیوی
مہ جبیں	ناصر کی بیوی
نحوست	حماقت بیگ کی بیوی
حسینہ	سلیم کی بیوی

(ان کے علاوہ رقاصائیں اور سہیلیاں وغیرہ)

پہلا باب .... پردہ پہلا

منظر:- جنگل- آبشار

(سہیلیوں کا گانا)

گانا

سہیلیاں

دینا ناتھ سو ہے ڈوبت تارو
ابارو، کرنا نہ دنیاں سے بھکے
بھول سے اودھار، کر دو پار، ہو گا مت دارو
تمرو نام پتیتن شرن کو، جگ مجھ دھام، لیا سن سے نام
تو کو تجے ڈوبے ساگر میں سنسار، جا وسے نہیں پار، رہے منجدھار
تیری لیلا، جو کوئی بھولا، وا کو نہیں ٹھار حشر کو سہارو

دوہرا

پہلی:- بہار آئی ہے ہر سو رنگ رلیوں کا زمانہ ہے
زباں پر بلبلوں کی شادیٔ گل کا ترانہ ہے

دوسری:- چمک دیتے ہیں کیا پانی کے قطرے صبح روشن میں
ٹکی ہیں موتیوں کی جھالریں صحرا کے دامن میں

تیسری :۔ مُزین کل زمیں د کوہ فرشِ مخملی سے ہے
صدا آتی مبارک باد کی ہر ہر کلی سے ہے

چوتھی :۔ اری چپ چپ شہنشاہ بیگم تشریف لا رہی ہیں۔

گانا

سہیلیاں :۔ چلتی چیلا چنچل چال سندر البیلی
جوبن رسماتی ڈولے نینا امرت رس گھولے

دوہرا :۔ ایک تو نینا لاڈ بھرے دو جے انجن سار
اے کھوری کہیں دیت ہے جو بنا ای ہتھیار

آہا ہا شان نرالی، ادبو بھولی بھالی، نئی نویلی ہے نار ... چلتی چیلا

(نوشابہ بیگم کا اندر سے آواز دیتے ہوئے آنا)

نوشابہ :۔ گلشن

گلشن :۔ پیاری

نوشابہ :۔ دیکھو قدرت کی گلکاری

آمد جو باغ دہر میں بادِ صبا کی ہے
پھولوں میں کیسی یہ رنگ ہے قدرت خدا کی ہے

کیا کیا کھلے ہیں پھول جو پہچان جائیے
اس باغباں کی شان کے قربان جائیے

گلشن :۔ گئی واری، پیاری، کیا اس پھول میں جوانی کے پھولوں سے
زیادہ بہار ہے جو اسقدر تعریف کا سزاوار ہے ؎

بلبل جو ایسے پھول کو پہچان جائے گا
ان گورے گورے گالوں پہ قربان جائیگا

سہیلی :۔ اس وقت تو شوخی و حیا اور ہی کچھ ہے
بر چاند سا مکھڑا نام خدا اور ہی کچھ ہے
گلشن :۔ معشوق ہو تو ہوویں گے زمانے میں ہزاروں
پر آپ کا یہ حسن و ادا اور ہی کچھ ہے
نوشابہ :۔ گلشن اس وقت جو تم نے میری تعریف سنائی، رعنائی اور زیبائی ثنائی مجھے ہرگز پسند نہ آئی۔

گانا

موری کاہے کرت ہو بڑائی سجنی موری کا ہے
جگ میں ہیں لاکھوں صورت ایکن حور، اب کی دیا سے ہو بے گربہ گمان ناہیں
جگو کر کر دھر پور، کھوٹ بنے نور، کرتار کر یو پار، جب ہووے دکھ دور
موری کا ہے

دوہرا :۔ ہمیں میں فقط دل ربائی نہیں ہے
ہمیں نے بڑی شکل پائی نہیں ہے
زمانے میں ہیں ایک سے ایک بڑھ کر
حسینوں سے خالی خدائی نہیں ہے
موری کا ہے ....

گلشن :۔
آج کا دن تو ہے عشق و کامگاری کے لئے
شاہ کیا بھیجیں گے تحفہ آبیاری کے لئے

نوشابہ :۔ وعدہ تو کیا تھا تجھے بھجواتے ہیں تحفہ
اب دیکھئے کب آتے ہیں کیا لاتے ہیں تحفہ

گلشن :۔ پیاری آپ تحفہ تو بھیجے گا مگر اسکے بدلے میں آپ نہیں بھی کچھ دیجیے گا

نوشابہ :۔ میں تو انہیں پہلے ہی دے چکی ہوں

گلشن :۔ کیا؟

نوشابہ :۔ دل۔

گلشن :۔ واہ جی واہ! یہ تو ان کی جان فدائی کا عوض ہے خیر دیجیے گا
نہیں تو کچھ کھلائیے پلائیے گا۔

نوشابہ :۔ ہاں کھلانے پلانے کو سب کچھ تیار ہے لیکن ان کو کیا درکار
ہے؟ زردہ، متنجن، بریانی، شیرمال وغیرہ سب کچھ تیار ہے

گلشن :۔ واہی واہ! ایسے کھانے تو انھوں نے بہت کھائے ہوں گے
آج تو کوئی ایسی چیز ہو جو ان کو عزیز ہو۔

نوشابہ :۔ تو کیا چاہیئے بنارس کے سنبوسے؟

گلشن :۔ جی نہیں!

نوشابہ :۔ تو؟

گلشن :۔ ان گورے گورے گالوں کے ....

سب :۔ بوسے ....

گانا

گورے گورے گالوں کی جان ۔ لمبے لمبے بالوں کی شان
مان مان او پیاری مان ۔ آن بان پر واری جان
عاشق کو بوسے دینے میں کیوں ہو پریشان
اجی واہ وا، اجی واہ وا

بوسہ تو ہے اس جوبن کا دان
اجی واہ وا، اجی واہ وا

چوبدار :۔ اے گل خوبی ترے اقبال میں ابزاد ہو
دوست ہو دلشاد دشمن خانماں برباد ہو
آپ کو بھیجا ہے تحفہ شاہ والا جاہ نے
حاضر خدمت کیا جائے اگر ارشاد ہو
(داؤد جنگ کا مع صفدر جنگ کے آنا)

نوشابہ :۔ تحفے کے ساتھ گرفتار ہے، یہ کیا اسرار ہے؟ گلشن ادھر
آ دلکشی پر سے ظروف اٹھادے

گلشن :۔ اوئی، اوئی بوی خون خون!

نوشابہ :۔ ہیں ہیں کیا ہو گیا جنون ٹھہر میں خود دیکھتی ہوں (دیکھ کر
اف خون!

تعجب ہے مجھے آنکھوں نے کس حیرت میں ڈالا ہے
الٰہی خیر کرنا اس جگہ کیا ہونے والا ہے

(قیدی سے) کیوں اے گرفتار قیدی، آپ کو کس نے سزا دی!

صفدر:۔ جس نے نمرود کا زور ڈھایا اور ضحاک کو خاک میں ملایا۔

نوشابہ:۔ مگر وہ تو تھا امر الٰہی۔

صفدر:۔ یہ بھی ہے ایک تباہی۔

نوشابہ:۔ صاف صاف حال بیان کیجیے، میرا اطمینان کیجیے کیونکہ آپ کے چہرے سے شرافت پائی جاتی ہے۔

صفدر:۔ مٹ چکی اس دن سے بس ساری شرافت چھوٹ کر
گر پڑی تلوار جب ہاتھوں سے میرے ٹوٹ کر
اب تو بے عزت ہوں ننگ خانداں ہوں خوار ہوں
اک قیدی ہوں ذلیل و خوار ہوں لاچار ہوں

نوشابہ:۔ کیا تلوار ہاتھ سے گئی تو شرافت بھی ذات سے گئی؟

صفدر:۔ جی ہاں جب تک تلوار ہاتھ میں ہے۔ شرافت بھی ساتھ ہی ہے۔

جب میدان جنگ میں ذلت اٹھائی، تلوار چھنوائی، پھر کہاں رہی شرافت آبائی ۔

جن کو عزت کی جگہ بے عزتی مرغوب ہے
ایسے جینے سے تو ان کو ڈوب جانا خوب ہے

نوشابہ:۔ تو کیا یہ بھی آپ کے کسی ساتھی کا سر ہے جو خون میں تر ہے؟

صفدر:۔ آہ ۔

یہ پوچھو یہ کس آسمان کا ہے تارا،
سمجھ لو کہ ہے موت نے اس کو مارا

نوشابہ :۔ تو یہ بھی کوئی بہادر یا صاحب دماغ تھا!

صفدر :۔ آہ۔ افسوس! بانو یہ میرے گھر کا چراغ تھا،

نوشابہ :۔ ہیں تو یہ آپ کا بیٹا؟

صفدر :۔ جی ہاں وہی قسمت کا ہیٹا[1]، جو موت کی گود میں لیٹا ہے

پھول، تو دو دن بہار جاں فزا[2] دکھا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

نوشابہ :۔ بس بس اے مظلوم انسان، آپ کے بیان سے میرا کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ دل گھبراتا ہے۔ اب تو اس زخم کا مرہم یہ نظر آتا ہے

اب تلک رنج سہے مورد بیداد ہوئے
جائیے آپ غم قید سے آزاد ہوئے

صفدر :۔ اے عصمت دجمال کی ملکہ! کہاں جاؤں مجھ جیسے بہادر صف شکن کو چرخ نے چرخ کی طرح گھمایا، ملک غیر، ریاست غیر، اس پر طرہ یہ کہ ایک دشمن خونخوار سے بیر، پھر کس طرف اپنی جان بچا کر جاؤں اور آپ کو اس مصیبت میں پھنساؤں، بس اب تو یہ نظر آتا ہے

چرخ نے ظلم دستم کا جب سے مارا ہے تیر
سر جلا سینہ پھنکا اور دل ہوا نخچیر[3] ہے

---

[1] کھوٹا [2] ذوق [3] مارا ہوا شکار

لوح دل پر دست قدرت نے کیا تحریر ہے   خاک کا پتلا بنا اور خاک کی تصویر ہے

خاک میں مل جائیں گے اور خاک دامن گیر ہے

نوشابہ :۔ بیٹے نے تو بہادری دکھائی، تلوار چلوائی، جان گنوائی اب تم
بھی اپنی جان کو برباد کرو گے تو کیا بہادر بیٹے کی روح شاد
کرو گے ؎

مٹی ہی میں مٹی جو ملانی ہے بدن کی
بہتر ہے ملا دو اسے مٹی میں وطن کی

صفدر :۔ بانو۔ بانو تو کیا آپ کی زبان سے مرحوم کی روح بول رہی ہے
نوشابہ :۔ ہاں ہاں، تمہاری فرمائش کے لئے دبی زبان کھول رہی ہے۔
صفدر :۔ خیر مجبوری، بجا لاتا ہوں حکم حضوری ؎

جوہر بہادری کے جو ہوں گے سرشت میں
بیٹے سے جا ملوں گا ریاض بہشت میں

(صفدر کا طشت اٹھا کر لے جانا)

نوشابہ :۔ یا الٰہی میری آنکھوں کو کیا ہیبت ناک نظارہ دکھایا۔ کیا میرا
سمجھانا الٹا رنگ لایا ؟

غضب ہے اس بت کا فریب ایسا دم نکلتا ہے
نیا تابوت جس کے کوچے سے ہر دم نکلتا ہے

(بگل کی آواز کا آنا)

گلشن :۔ یہ بگل کی آواز کہاں سے آئی ...

بانو صاحبہ! شاید صاحب عالم کی سواری بادِ بہاری لائی

گانا

سہیلیاں :- چلو گوئیاں[1] ٹھمک چال چلیاں[2] ۔ سجن تورے آئیں گے
اجی سجن تورے آئیں گے ۔ چلو گوئیاں ۔۔۔۔۔

نوشابہ :- اجی آئیں گے تو ہم سمجھائیں گے، دلبر کی قسم

سب :- اس کے سر کی قسم

نوشابہ :- ہاں ہاں جاؤ دلبر کو بلاؤ، نین میں بٹھاؤ، سجن مناؤ، مگن بناؤ
چلو گوئیاں ۔۔۔۔

سب :- سجن تورے آئیں گے ۔۔۔۔ چلو گوئیاں

چنگیز :- اللہ اللہ آج تو غضب کا نکھار ہے بہار پر بہار ہے چشم بددور جانی، یہ حسن و جوانی اس پر یہ پوشاک ڈھاتی قیامت کی نشانی ہے

تم دست نازنیں سے جو چھو لو چمن کے پھول — کلیاں تمام باغ کی رہ جائیں بن کے پھول
تم پر فدا ہزار کلی، ہر کلی کا رنگ — تم پر نثار لاکھ چمن ہر چمن کے پھول

نوشابہ :- یہ گراے گل گلزار! میرے باغ حسن کے بہار تمہارے دم سے ہے آشکارا ہے

تجھ سے ہی میری شوکت دلدار ہو گئی ہے — یوسف سی آب و تاب میں بازار ہو گئی ہے
ہم تم چمن میں جا کر دونوں ٹہل رہے ہیں — بلبل میں اور گل میں تکرار ہو گئی ہے

---

(۱) سہیلی (۲) جانی سے بنا ہے

گانا

امبوا[1] کی ڈاری تلے آ دری ۔ ۔ ۔ ۔ جھولنا جھلا دُنگی
جھولے پیا بنگ، دھرکے امنگ، جھولوں کو جھولاؤں
ریشم کی ڈوری بندھاؤنگی ۔ ۔ ۔ ۔ امبوا کی ڈاری

سہیلیاں

دوہرا ۔

جھولنے والی ہے رشک گل لالہ جھولا — جا کے بلبل تو سے گل کا نالا جھولا
آج دکھلائے گا انداز نرالا جھولا — چاند پیاری ہے تو بن جائیگا ہالا جھولا

پیارا لاثانی ہے پیاری دل جانی ہے
جوڑی سہانی ہے مکھڑا نورانی ہے

نوشابہ :۔ چنچل دیوانی ہے، پل پل پینگ جھلا دری ۔ ۔ ۔ امبوا کی ڈاری
چنگیز :۔ خیر یہ تو فرمائیے وہ تحفہ میرا قبول ہوا مطلب حصول ہوا ؟
نوشابہ :۔ ؎ ثبوت شکریہ کا باہر میری زبان سے ہے
تمہارا تحفہ تو مجھ کو قبول جان سے ہے
مگر پیارے ایک سوال ہے ؟
چنگیز :۔ فرمائیے وہ کیا خیال ہے ۔
نوشابہ :۔ کمہار جو مٹی کا کھلونا بناتا ہے وہ کس کام آتا ہے ۔

---

[1] آم کی ڈال

چنگیز:۔ اس سے دل بہلایا جاتا ہے
نوشابہ:۔ اگر وہ کسی کے ہاتھ سے چھوٹ جائے، یا ٹھوکر سے ٹوٹ جائے۔
چنگیز:۔ تو کمہار کو سخت ملال ہوگا
نوشابہ:۔ کیوں ایسا خیال ہوگا؟
چنگیز:۔ کیوں کہ اس شخص نے کمہار کی محنت برباد کی
نوشابہ:۔ واہ وا! سبحان اللہ خوب بات ارشاد کی، آپ سے میں دریافت کرتی ہوں پیارے کہ کمہار کو اپنے مٹی کے کھلونے کے ٹوٹنے کا اس قدر ملال ہوگا تو قدرت کے مصور کو اپنے بنائے ہوئے کھلونے کے ٹوٹنے کا کس قدر خیال ہوگا؟

چنگیز:۔ آخاہ ؎
کہہ گئیں ڈھنگ سے سارا مطلب + خوب سمجھا ہوں تمہارا مطلب
مگر یہ بھی جانتی ہے دلدارا! جس کا میں نے سر اتارا، وہ کون تھا تم کو

نوشابہ:۔ ہاں کوئی دشمن تمہارا
چنگیز! تو کیا دشمن کو چھوڑ دینا چاہیئے + سانپ کو دیکھ کر لاٹھی کو توڑ دینا چاہیئے
نوشابہ:۔ دشمن کے ساتھ نرمی اور مہربانی کرنا خلاف انسانیت ہے؟
چنگیز:۔ اگر مہربانی سے وہ شیر ہو جائے؟
نوشابہ:۔ ممکن نہیں وہ دلیر ہو جائے۔
چنگیز:۔ نوشابہ جانی! بہادری آگ ہے اور نرمی دریا کا پانی جس طرح پانی کی لہر آگ کے دہکتے ہوئے سمندر کو بجھا دیتی ہے اسی طرح

ذراسی نرمی تمام عمر کی بہادری کو خاک میں ملا دیتی ہے۔

نوشابہ:۔ تو کیا جو لوگ کسی کو بے زور مارتے ہیں ان کو بھی لوگ بہادر کہہ کر پکارتے ہیں؟

چنگیز:۔ نوشابہ! یہ اشارہ کس طرف ہے؟ تمہارے خیال میں میں نے اسے ناحق پچھاڑا ہے وہ تو کتوں سے پچھاڑے جانے کا سزاوار تھا۔ کیونکہ وہ کمبخت ناصر الدولہ کی فوج کا سپہ سالار تھا۔

نوشابہ:۔ اے گل گلزار رعنائی! چچا زاد بھائی اور اس سے برائی؟ کہیں ایسا بھی ہوتا ہے پیارے! کہ عزیز اپنے کا سر اتارے؟

چنگیز:۔ کیوں نہیں؟

موقع پہ چھوڑتے نہیں دشمن کی جان کو　　کھاتے ہیں کاٹ دانت بھی اکثر زبان کو

نوشابہ:۔ لڑائی تو آپ ہی نے اٹھائی ہے

سلطنت پائی جو اس نے باپ کی　　کون سی اس میں خطا کی آپ کی

چنگیز:۔ ہوں۔ تو کیا چچا جان کے مال میں میرا کوئی حق نہیں رکھتا؟

نوشابہ:۔ نہیں کوئی نہیں جب بیٹا موجود ہے تو بھتیجے کا حق نابود ہے۔

چنگیز:۔ خیر حق نابود ہے ہست کروں گا، نوک شمشیر سے پست کروں گا۔

نوشابہ:۔ سنا ہے وہاں تو بہت فوج و لشکر کا اہتمام ہے۔

چنگیز:۔ تو کیا مضائقہ ہے فتح ہمارے ہی نام ہے کمہار کی ایک سال کی محنت اور لاٹھی کا ایک گھڑی کا کام ہے

غرور اس کو تو بیشک لشکر جرار پر ہوگا　　مگر جب ہاتھ میرا تیغ جوہر دار پر ہوگا

سماں محشر کا اس دم دیکھنا تکرار پر ہوگا بیان الاماں جب ہر لب گفتار پر ہوگا
کہ جب ہر گٹ کے موذی کا مری تلوار پر ہوگا۔

نوشابہ:۔ مگر میں نے تو سنا ہے کہ آپ کی فوجی حالت بہت کمزور ہے۔
چنگیز:۔ مجھے صرف اپنی تلوار کا زور ہے۔
نوشابہ:۔ کیا یہی تلوار؟
چنگیز:۔ ہاں یہی تلوار؟
نوشابہ:۔ عقل کے بدلے جہالت جو سکھا جاتی ہے۔
ہاتھ میں جب کسی نادان کے آجاتی ہے
عقل و دانائی کی جڑ کاٹ کے کھا جاتی ہے
چنگیز:۔ تو کیا تمہاری رائے میں ہم صلح سے کام لیں؟
نوشابہ:۔ میرے خیال سے تو آپ غصہ کو تھام لیں؟
چنگیز:۔ نہیں ہرگز نہیں۔ انسان کو اتنا میٹھا نہیں ہونا چاہیئے کہ لوگ اسے کھا جائیں۔
نوشابہ:۔ اور اتنا کڑوا بھی نہیں ہونا چاہیئے کہ لوگ اسے تھوک دیں۔
چنگیز:۔ میں جانتا ہوں اکثر خوبصورت عورتیں بے وقوف ہوا کرتی ہیں۔
نوشابہ:۔ اور میں سمجھتی ہوں کہ غصہ ور انسان اکثر نادان ہوا کرتے ہیں۔
چنگیز:۔ خیر میں نادان ہی مگر یاد رکھنا جہاں تک میرے جسم میں جان باقی رہے گی وہاں تک ناصر کی زندگی کی مشتاق رہے گی۔
نہ ہوگا یہ فیصلہ زباں سے جو ہوگا اس تیغ خوں چکاں سے
پڑیں گے سنگ جفا وہاں سے چنیں گے تیر قضا یہاں سے

نوشابہ جانی جتنا تم ہیں حسن ہے اتنی سمجھداری کا ظہور نہیں

نوشابہ :۔ اور جتنی تم میں بہادری ہے اتنی فکر و غور نہیں

چنگیز :۔ نوشابہ! تمہاری زبان بیان سے زیادہ کرخت ہے۔

نوشابہ :۔ ہاں میری زبان سے زیادہ آپ کا دل سخت ہے۔

چنگیز :۔ میری دل کی سختی تو بہادری کا خزانہ ہے۔

نوشابہ :۔ میری زبان کی سختی تو سچائی کا تازیانہ ہے۔

چنگیز :۔ دیکھو دیکھو نوشابہ تمہاری باتیں مجھے بہت ناراض کر رہی ہیں۔

نوشابہ :۔ میری باتیں تو آپ کو ناراض کر رہی ہیں مگر آپ کا ظلم خدا کو ناراض کر رہا ہے

چنگیز :۔ خدا ناراض ہوتا ہے تو رحم کرتا ہے

نوشابہ :۔ اور انسان ناراض ہوتا ہے تو رحم کبھی نہیں کرتا۔

چنگیز :۔ کیا تم میرے کام میں عیب نکالتی ہو؟

نوشابہ :۔ بیشک میں [illegible] کام [illegible] نکالتی ہوں۔

چنگیز :۔ کیوں کس لئے؟

نوشابہ :۔ اس لئے کہ تمہارے دامن سے خون ناحق کا دھبہ دھل جائے اور

تمہارا نام آج سے نیک ناموں میں مل جائے سہ

بڑھ گئی ہے اسقدر اب خودنمائی آپ کی + صلح کیجئے جن سے ہے ان سے کج ادائی آپکی

یاد کیوں آئے گی لوگوں کو بھلائی آپ کی + اک زمانہ کر رہا ہے ہے گا برائی آپ کی

چنگیز :۔ اف زمانے سے مجھے کیا سروکار ہے جہنم کا غار بند کر دینا سہل ہے مگر لوگوں کا

منہ بند کرنا دشوار ہے سہ

ہنسیا ہے ہمیں کچھ جدائی سے مطلب بھلائی سے مطلب برائی سے مطلب

انھیں کو ہے شوکت نمائی سے مطلب + جو رکھتے ہیں کچھ خود نمائی سے مطلب
مگر ہم کو تیغ آزمائی سے مطلب

نوشابہ:۔ مگر پیارے ایک تلوار ہزاروں کا جھگڑا کیونکر چکائے گی۔
چنگیز:۔ ابھی تم کو یہ دکھائے دیتا ہوں، جس طرح یہ ایک کے جگر میں سمائے گی
اسی طرح سینکڑوں کی رگوں سے جان کھینچ کر باہر لائے گی۔
نوشابہ:۔ یا الٰہی تو کس کا خون کرنا منظور ہے؟
چنگیز:۔ تم کو اس کا کام دکھانا ضرور ہے۔
نوشابہ:۔ رحم! پیارے چنگیز رحم!
چنگیز:۔ بس رحم کو آگ لگاؤ، لاؤ اس قیدی کو لاؤ۔
نوشابہ:۔ ہیں قہ قہ قیدی۔
چنگیز:۔ لہجے میں کیوں انتشار ہوا، کیا قیدی فرار ہوا؟
نوشابہ:۔ نہیں۔
چنگیز:۔ تو؟
نوشابہ:۔ میں نے تو اسے۔
چنگیز:۔ کیا کیا تم نے؟
نوشابہ:۔ چ چ چ چ چھوڑ دیا!
چنگیز:۔ آہ سب منصوبہ توڑ دیا۔ نادان نافرمان مجھے اس نے تو دیا ہوتا، تجھ سے
اتنا بھی نہ ہوسکا۔
نوشابہ:۔ مگر جناب عالی، جب ایک چیز مجھے آپ نے دے ڈالی تو میں ہوں

اس کی وارث و والی ہے پر آپ کا دعویٰ ہے خیالی۔

چنگیز:۔ بس بس بہت باتیں نہ بنا اتنی بے وقوفی اور اس پر ڈھٹائی چلی جا

اور ناسزائی، (نوخابہ کا جانا) خیر کہاں جاتا ہے وہ سودائی [illegible]

جو پھیر زنجیر نہ پہنائی (تالی بجانا)

دلاور، دلاور!

دلاور:۔ جلالت مآب کی عمر و دولت سے زیادہ

چنگیز:۔ نصیب اس کا سر پہ غفلتوں سے جاگ گیا

شکار مجھ کو ملا تھا وہ آج بھاگ گیا

تلاش اس کی ابھی جا کے دور دور کرو

کسی طرح سے اسے حاضر حضور کرو

باب پہلا ...... پردہ دوسرا

منظر:۔ جنگل اور چنگیزی کیمپ

(تین سپاہیوں کا آنا بعد میں ایک سپاہی کا اندر سے آنا۔ سامنے سے مرزا حماقت بیگ کا آنا اور آپس میں ٹکرا جانا)

سپاہی نمبر ۱:۔ کہیے جناب عالی کچھ جہاں پناہ کے برآمد ہونے کی خبر نکالی؟

سپاہی نمبر ۲:۔ جی ہاں کوئی لڑائی کا نقشہ جاتے ہیں عنقریب تشریف لاتے ہیں مگر یہ کون صاحب سامنے سے تشریف لاتے ہیں ارے رے رے یہ تو وہی عقل کے ادھورے مرزا حماقت بیگ ہیں۔

حماقت:۔ (ٹکراتے ہوئے) ارے بیٹھے۔

سپاہی:۔ اجی مرزا صاحب پہلے آپ بیٹھیے۔

حماقت:۔ اوں ہوں میں تو نہیں بیٹھنے کا۔

سپاہی:۔ تو میں بھی نہیں بیٹھنے کا

حماقت:۔ اچھا تو کھڑے رہو۔

سپاہی ۲:۔ اجی مرزا صاحب سنتے ہو؟

حماقت:۔ میں تو سنتا ہوں مگر مرزا صاحب نہیں سنتے۔

سپاہی نمبر ۲:۔ کہیے مرزا صاحب مزاج تو اچھا ہے؟

حماقت:۔ اوں مزاج تو بندہ گھر چھوڑ آیا ہے، مردود کو اس نام سے ہراس ہوتا

ہے مزاج تو عورتوں کے پاس ہوتا ہے کیوں کیسی کہی ؟

سپاہی نمبر ۲ :۔ اچھی کہی

سپاہی نمبر ۳ :۔ کیا کہا عورتوں کے پاس ؟

حماقت :۔ اور کیا ؟ مرد تو اپنی نوکری سنبھالنا جانے ، یا عورتوں کے ہاتھ کی جوتیاں کھانا جانے مزاج کا حال تو صرف وہی جانتی ہیں اپنی ساری ، چولی ، مسی کاجل کے لئے مردوں سے خدمت کراتی ہیں جب کا سر دکھو اس کو سر دبواتی ہیں اور اوپر سے جوتیاں لگاتی ہیں کیوں کیسی کہی ۔

سپاہی نمبر ۱ :۔ اچھی کہی ۔

سپاہی نمبر ۲ :۔ مرزا صاحب یہ آپ کیا فرماتے ہیں کہیں بہادر لوگ بھی عورتوں کے ہاتھ سے جوتیاں کھاتے ہیں ۔

(ہاتھ پر ہاتھ مار کر)

حماقت :۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ ابھی آپ نے شادی نہیں کی جناب سچا بہادر تو وہی ہے جو عورتوں کے ہاتھ کی جوتیاں کھائے بڑے بڑے امیر کبیر، شہزادے تک عورتوں کی جوتیاں کھاتے ہیں اور خان بہادر کہلاتے ہیں ۔

سپاہی نمبر ۱ :۔ تو پھر یہ جوتے کا ہے کو بہادری کا سر ٹیکٹ ہوئے ؟

حماقت :۔ اور کیا میں بھی کبھی کبھی اپنی خوشی سے جوتیاں کھا لیتا ہوں

سپاہی :۔ (قہقہہ لگا کر) ارے واہ

(بگل کی آواز سنائی دینا سب کا دست بدست ہو جانا چنگیز کا آنا سہیلیوں کا گانا)

گانا

پل پل تن من دھن وار دورے پران پیا پر دھل بل وار دورے
نین کی نین سے جیون چرائے گیو، جادو موہے ڈار دورے
پیا کے درس بن گل نہ پڑت ہے کٹت رین گن تار دورے
ارے آئی سوری آئی کچھ نہ سہاے موہے
نین دا کی آن بان یاد آوت موئے ساتھ لگت کٹاری
پرنا ہیں پڑے ٹارے پیا کر گیو موکو بیار دورے

(دلاور چنگیز کا صفدر کو لیے ہوئے آنا)

دلاور:۔ اے تاج شہا فخر سلاطین جہاندار + یہ دیکھئے حاضر ہے جو بھاگا تھا گرفتار۔
لایا ہوں اسکو ڈھونڈ بڑی جدوجہد سے + جاتا یہ کہاں صید مرے تیر کی زد سے
چنگیز:۔ کیوں او مغرور مفرور عورتوں سے حیلہ بہانا، فریب دے کر بھاگ جانا۔
صفدر:۔ اے شاہ زمانہ جس نے بیٹے کا سر کٹتے وقت فریب کرنا نہ جانا۔
وہ مرد مردانہ ایک عورت سے کرے گا حیلہ بہانہ؟
ہوتا نہیں ہے رنج بہادر کو فوت سے + کرتے ہیں وہ فریب جو ڈرتے ہیں موت سے
چنگیز:۔ بھاگ کیوں نکلا تھا جو ڈر موت کا کچھ بھی نہ تھا۔
کیا جہنم کو چلا تھا جو خطر کچھ بھی نہ تھا۔
صفدر:۔ ہاں جہنم میں صاحب جہنم میں۔
چنگیز:۔ کیوں کس لئے۔
صفدر:۔ اس لئے تا کہ دیکھوں وہاں شیطان کی بادشاہی ہے یا آپ جیسے

اسیرِ حرص کی بھی شہریاری ہے۔

چنگیز:۔ خانہ خراب، یہ کیا جواب، جہنم میں اور میری بادشاہی، مجھے بھی
شیطان کے برابر جانتا ہے واہی؟

صفدر:۔ جی نہیں۔

چنگیز:۔ تو؟

صفدر:۔ وہ کم اور آپ زیادہ۔

چنگیز:۔ او سفید بالوں والے غلام چھوڑ دے یہ خیال خام: کیا نہیں دیکھا
اپنے بیٹے کا انجام؟

صفدر:۔ جی ہاں بیٹے کا انجام کو دیکھا! اب تمہارا انجام دیکھنا باقی ہے
جس کی دل کو اشتیاق ہے

دیکھیں کیا رنگ دکھاتا ہے تمہارا انجام + دیکھیں کس گھاٹ کا دیتا ہے سہارا انجام
پہلے فرعون کا انجام تو سب نے دیکھا + اب فقط دیکھنا باقی ہے تمہارا انجام

چنگیز:۔ او مغرور تو، کیا اپنی زبان کے زور سے مجھے ڈرانا چاہتا ہے؟

صفدر:۔ جی ہاں جس طرح اپنے چچازاد بھائی کا حق دبانا چاہتا ہے۔

چنگیز:۔ نامعقول کیا بکتا ہے فضول۔
کہتا ہوں دل سے اس کی محبت نکال دے
دشمن کی دوستی پر بس اب خاک ڈال دے

صفدر:۔ احسان فراموش ہے پیار اس کا نکالنا؟
کیا سہل کبھی ہے خاک محبت پر ڈالنا

جب دل سے الفت شہہ عادل نکال دوں

دل نکال دوں

بھر سینہ چیر کے بکھر دوں اور دل نکال دوں

چنگیز:۔ افسوس! جو میرے دشمن ہیں تو انہیں دوست مانتا ہے اچھا اتنا تو

بتا تو کیا جانتا ہے؟

صفدر:۔ میں یہی جانتا ہوں

چنگیز:۔ کیا؟

صفدر:۔ اور کا پیار نہیں صبر سے انکار نہیں + رحم سے کار نہیں ظلم سے انکار نہیں

تجھ سا خونی نہیں ڈاکو نہیں بدکار نہیں

چنگیز:۔ او بد زبان بند کر بیان ورنہ تیری زبان

صفدر:۔ کاٹ لو کاٹ لو شوق سے کاٹ لو سر سے پہلے زبان کاٹ لو اچھا

ہوگا۔ جو قیامت کے دن میرے منہ میں زبان نہ ہوگی جس سے خدا کے

آگے تمہاری جفاکاری بیان نہ ہوگی۔

دلاور:۔ کس قدر گستا خیاں پیدا کی ہیں گفتار سے + اس کی باتوں کا جواب اب دیجیے تلوار سے

صفدر:۔ ٹھہر ٹھہر اپنی تلوار کو اپنے میان کے گھونگھٹ میں چھپا لو نہیں تو اس پر

زنگ آجائے گا کیوں؟ کیا ایسے ایسے بہادروں سے ملک فتح کیا جائیگا؟

جو ایک بے دست و پا پر تلوار اٹھاتے ہیں شیر کو زنجیر دل میں جکڑ کر لومڑیوں

سے ڈراتے ہیں جاؤ اسے ڈراؤ جو ڈرنے والا ہے ہم نے تم جیسوں کو

تو ٹھوکروں سے اڑا ڈالا ہے۔

چنگیز:۔ بدمعاش و بدقماش مجھ سے لڑائی تو اٹھائی ہے مگر اپنے بچوں اور

بیوی کے لئے کون سی جگہ ٹھہرائی ہے؟

صفدر:۔ ماں باپ کے گھروں اور شوہروں کے دلوں میں

چنگیز:۔ اچھا تو بتا سکتا ہے؟ دشمن کی فوج جتنی ہے وہ شمار میں کتنی ہے؟

صفدر:۔ جی ہاں جتنے ان جنگلی درختوں میں پتوں کے خزانے ہیں یا جتنے اس میدان میں ریت کے دانے ہیں اتنے ہی ہماری فوج میں مردانے ہیں۔

چنگیز:۔ ہاہا بس اسی قدر

صفدر:۔ نہیں نہیں میں بھولتا ہوں ہماری فوج میں اتنی سپاہ ہے جتنا آپ کے نامہ اعمال میں گناہ ہے،

چنگیز:۔ او بے ادب، ادب کے قریب ہو تا کہ قتل کے بدلے قید نصیب ہو۔

صفدر:۔ قیدی؟ قیدی تو سارا زمانہ ہے جس میں تم جیسے بدمعاشوں کا ٹھکانا ہے۔

دلاور:۔ خیر! قید خانہ جو زمانہ ہے دکھائی دیتا
میں تجھے قید سے ہوں آج رہائی دیتا
(دلاور جنگ کا صفدر کو گولی مارنا)

باب پہلا .... پردہ تیسرا

(محل: مکان حسینہ)

(جھنجھٹ و مرزا حماقت بیگ کا آنا)

جھنجھٹ:۔ آچھیں، آچھیں، آچھیں خدایا خیر یہ چھینکیں ہیں یا بندوق کے فیر۔ آج صبح صبح ہاتھ کھجلایا تو میں نے سمجھا ضرور کچھ نہ کچھ ملے گا تو نیند سے اٹھتے ہی ادھر آیا مگر کچھ نہ پایا۔

مرزا:۔ سلارو! ارے سلارو (اندر سے)

جھنجھٹ:۔ یہ کون؟ حماقت بیگ کم بخت کا پیٹ ہے یا پلاؤ کی دیگ۔ یہ کم بخت بھی عجیب ناہنجار و ناہنجار ہے، سن دیکھو تو ساٹھ سے پار ہے اور ادھر سیرت دیکھو تو ایک کمسن لڑکی حسینہ بیگم پر بے سمجھے بوجھے نثار ہے مگر اس کو خبر نہیں کہ حسینہ تو اس کے بیٹے سلیم کی دلدار ہے اگر سلیم کو خبر ہو جائے تو پتہ نہیں کیا ستم توڑے عجب نہیں جو باپ کو ٹھینگا بنا کر چھوڑے لو، وہ اسی طرف آتا ہے۔

(جھنجھٹ کا چھپ جانا اور مرزا حماقت بیگ کا آنا)

مرزا:۔ فکر، فکر، فکر۔ جتنی فکر مجھ کو ہے اگر اتنی فکر کوئی ساہوکار کرتا تو مفلس بینک کا حصہ دار ہو جاتا اگر کوئی ناٹک والا کرتا تو اس کا نیا تماشہ پاس ہو جاتا اگر جنرل کو پیر کرتا تو ٹرانسوال کا ستیاناس ہو جاتا ہائے ہائے

میں نے شادی کی ہے یا بربادی، کم بخت جو ملی وہ بھی عقل سے خالی سال بھر میں چھ درجن بچے۔ بنے والی اب کیا کروں اپنا دم نکالوں یا اپنی جورو کا گلا دبا کر مار ڈالوں۔

(اپنا گلا دبانا)

جھنجھٹ:۔ (ظاہر ہو کر) ارے رے مرزا صاحب مرزا صاحب آپ کیا کرتے ہیں؟

مرزا:۔ مرتے ہیں اور کیا کرتے ہیں۔

جھنجھٹ:۔ نہ مریئے نہ مریئے میں آپ کو ہرگز نہ مرنے دوں گا۔

حماقت:۔ ہیں کیوں نہ مرنے دیگا۔ کیا تو کوئی خدائی فوجدار ہے یا بیمہ کمپنی کا حصہ دار ہے ہمارے مرنے جینے سے تجھے کیا سروکار ہے۔

جھنجھٹ:۔ اجی سروکار اور کچھ نہیں اگر آپ مر جائیے گا تو ایک بڑا ستم ہو جائے گا۔

حماقت: یعنی یعنی۔

جھنجھٹ:۔ یعنی دنیا سے ایک بیوقوف کم ہو جائے گا ارے بھولا بھولا۔۔۔ ایک عقل مند کم ہو جائے گا۔

حماقت:۔ ہاں یار تو سچ کہتا ہے آگے ایک گھن چکر تھا وہ بھی مر گیا لال بجھکر تھا وہ بھی مر گیا اب اگر میری بھی پائمالی ہو جائے گی تو دنیا عقلمندوں سے خالی ہو جائے گی مگر اے بدلگام میرے گھر میں تیرا کیا کام؟

جھنجھٹ:۔ اجی بیگم صاحبہ نے شیرینی بھجوایا وہ لے کر یہاں آیا تو

تو بیگم صاحبہ نے کہا میاں کو بلالا۔

حماقت۔ بیگم ؟ کون بیگم ؟

جھنجھٹ۔ اجی وہی آپ کی نحوست بیگم بلاتی ہیں قہوہ پینے کو یاد فرماتی ہیں۔

حماقت۔ ادمنہ ایک تو میں خود صبح صبح گرم ہو رہا ہوں اس پر طرہ یہ کہ قہوہ
پینے کو بلاتی ہیں جا اس سے کہہ دے کہ میں یہاں نہیں ہوں۔

جھنجھٹ۔ کیسی جھوٹ کیسے بولوں آپ تو یہاں کھڑے ہیں۔

حماقت۔ میں کھڑا ہوں مگر تو سمجھ لے کہ میں نہیں ہوں

جھنجھٹ۔ تو یہ بولتا کون ہے آپ کا بھوت ؟

حماقت۔ تو جاتا ہے یا نہیں شیطان کے پوت ؟

جھنجھٹ۔ اچھا لو میاں میں گیا۔

حماقت۔ کہاں گیا ؟ تو تو کھڑا ہے۔

جھنجھٹ۔ کھڑا ہوں مگر آپ سمجھو کہ میں گیا۔

حماقت۔ اے کیا، کہاں تو تو یہیں ہے۔

جھنجھٹ۔ ہوں پر تم سمجھ لو کہ نہیں ہے۔

حماقت۔ حرامزادہ شیطان کا دادا مجھے بھی بناتا ہے ؟ بدقوت مجھے بھی
دل لگی میں اڑاتا ہے۔

جھنجھٹ۔ تو میاں میں سچ مچ چلا جاؤں ؟

حماقت۔ بہتر ہے بے، ہاں ہاں ابھی آن میرے گھر میں کیا تیرا کام شیطان
اب اگر آئے گا تو تیری ٹانگ۔ پھر توڑ ڈالوں گا ایک تو میں خود صبح

صبح گرم ہو رہا ہوں اس پہ یہ مجھے اور آگ لگاتی ہے کہ نئی نئی قہوہ پینے والی بیوی۔ اب میں اس گھر اور نحوست دونوں کو چھوڑ رہا ہوں، دونوں سے رشتہ توڑ رہا ہوں، نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔ مگر نہیں، نہیں میں جاؤں گا کہاں؟

جھنجھٹ۔ (خود سے) قبرستان

حماقت۔ کمبخت نحوست کی نحسیت کیا کم تھی جو قسمت نے اور اڑنگے میں پھنسایا

جھنجھٹ۔ یعنی یعنی

حماقت۔ اس بڑھاپے میں ایک نوجوان لڑکی کا عشق چڑھایا۔ اب حسینہ سے شادی ہو تو غم سے آزادی ہو۔ ہائے کیا کروں کیسے پاؤں حسینہ کیسے ہوگا جینا، (خود گلا دبا کر) دیکھ پیاری سنبھال،

جھنجھٹ۔ (ظاہر ہو کر) ارے رے ستیاناس غضب ہوا۔

حماقت۔ ارے بھائی کیا ہے خیر تو ہے؟

جھنجھٹ۔ ارے خیر کا ہے کی بلکہ بڑا فی نحوست نے حسینہ کی تمام داستان چھپ کر سن پائی اب غصہ سے آگ ہوئی جاتی ہے اور چھ فٹ لمبی جوتی لے کر آتی ہے

حماقت۔ جوتی؟ ریشمی یا سوتی

جھنجھٹ۔ واہ جی۔

حماقت۔ ارے بھائی کوئی تدبیر بتا میری جان بچا۔

جھنجھٹ۔ ہاں... تدبیر ہزار ہے مگر بتانا دشوار ہے۔

حماقت۔ کیوں کیوں

جھنجھٹ۔ جب کوئی تدبیر بتاتا ہے تو پہلے کچھ پاتا ہے پھر تدبیر بتاتا ہے۔

حماقت۔ ارے کیا چاہیئے؟ کچھ بول زبان کھول۔

جھنجھٹ۔ دس روپے دو تو تمہارا کام بن جائے گا۔

حماقت۔ اب زور سے بول میرے کان میں جورو کی جوتی اٹکی ہے۔

جھنجھٹ۔ دس روپیئے۔

حماقت۔ میں اس کان سے بہرا ہوں اس کان میں کہہ دو

جھنجھٹ۔ بیس روپے

حماقت۔ ارے کمبخت دس روپیئے والی جگہ پر آ، کمبخت تو تدبیر تو بتلا پھر دیکھ کیسے انعام کا مینھ برساتا ہوں۔

جھنجھٹ۔ اچھا تو کچھ چاندی دان لاؤ ورنہ میں بیگم صاحبہ کو بلاتا ہوں

حماقت۔ اے، اے اے، اے، لے لے لے (روپیئے دیتا ہے)

جھنجھٹ۔ تو جناب حسینہ سے شادی کر کے اپنا غم کیوں نہیں دور کرتے؟

حماقت۔ ارے یار شادی کیا کروں خاک۔ اس کی شادی کی شرطیں اتنی کڑی ہیں کہ جس سے مشکل پڑی ہے وہ کہتی ہے کہ وہ شخص مجھ سے شادی کرنے آئے جو شادی سے پہلے مجھ سے پانچ جوتے کھائے۔

جھنجھٹ۔ اجی جوتی سے کیا گھبرانا آئے تو شادی کا زمانا میں کہہ دوں ذرا دھیرے دھیرے۔

حماقت۔ ہاں دھیرے دھیرے چاہے سر کے بال اتار دے مگر سب کے سامنے

نہیں مارے نہیں تو میری عزت چلی جائے گی۔

بجھجھٹ۔ اجی عزت تو میں بچاؤں گا اور حسینہ کو بھی میں سمجھا لوں گا بس آپ جائیے اور کل بارہ بجے وہاں توپ کے سخنہ پر آئیے۔

حماقت۔ ٹھیک بارہ بجے

جھجھٹ۔ ہاں ہاں ٹھیک بارہ بجے (خود سے) تاکہ تمہارے بھی بارہ بج جائیں۔

حماقت۔ ... مگر میں وہاں چلوں گا تو سہی مگر حسینہ سے بات کیا کروں گا بات؟

جھجھٹ۔ ... پیار کی گھات۔

حماقت۔ ہاں تب تو ٹھیک ہے میں اندر سبھا اور گل بکاؤلی کے عاشقانہ فقرے یاد کر لاؤں گا۔

(حماقت بیگ کا گانا)

جھجھٹ۔ چلو یہ جھجھٹ بھی ٹلا کیسے دبایا گلا جو روپئے بچا رہیے دے چلا

گانا

اجی واہ جی واہ دیوانہ ہے بندر، چھچھندر، قلندر سے پالا

ارے واہ جی واہ رناچاری ہو صورت پہ واری ہو

باتیں مزیدار، قربان شیطان، یہ پیٹ نکالا یا کا ندھو کا تنا لا ہے بولو مردار اجی واہ جی واہ

بڑھاپے کا ٹٹو، محبت میں ٹٹو نکھٹو مکار، ادھر ادھر ہو رنگیں جوانوں میں جتنی گذرانوں میں سو بار شمار

یہ ساری باتیں دیوانی، اوندھی پیشانی کا آلو گنوار ... ارے واہ جی واہ (جانا)

سین ختم

باب پہلا .... پردہ چوتھا

باغیچہ ناصر الدولہ

....

(قمر پسر ناصر الدولہ کا جھولا جھولتے اور مہ جبیں کا مع سہیلیوں کے نظر آنا)

(سہیلیوں کا گانا)

سبھی سہیلیاں :- سکھی جھولن میں راجن جھولت جھولنا

سہیلی نمبر ۱ :- ماند ہوا دیکھ مکھ چاند واہ واہ (کورس)

سہیلی نمبر ۲ :- جھولو جھولو سرتاج ، جھولو راجن کے راج جھولت جھولنا

سہیلی نمبر ۳ :- دیوے تورا باغ جوں پھلواری دے کرد دائم مورے سرتاج جگ سرداری لیے

کورس :- جے جے لالہ ، آنکھ اجالا پائے جگ جگ راج ساج سکھی جھولن میں ...

(قمر جھولے سے اتر کر آتا ہے اور پیچھے ناصر الدولہ داخل ہوتا ہے)

قمر ۔ امی جان ۔ امی جان

جبیں ۔ آؤ بیٹا آؤ ، اور سے کس آیا آب حیات خدا کی بخشی ہوئی نعمت باپاک درخت کا پھول ہے

جی جائے اس دوا سے جسے دم میں دم نہیں
بوسہ ترا علاج مسیحا سے کم نہیں

گانا

قمر:- اماں مجھے اچھی سی ٹوپی منگا دے، ٹوپی منگا دے گھوڑا دلا دے

گاڑی پہ بیٹھوں گا گھوڑے پہ چڑھوں گا بانکوں کا ٹک ٹک ٹک ہوں ہوں ہوں

دیکھتے آہستہ بس تھم تھم تھم

اماں مجھے چھوٹی سی بندوق لا دے بھالا منگا دے تیر کمان دلا دے

توپوں کو چھوڑوں گا قلعہ کو توڑوں گا، گولا چلاؤں گا۔

تڑ تڑ تڑ تڑ تم جھٹ پٹ ہو جھٹ پٹ ہو، جھٹ پٹ ہو فیر

دھڑا ڑڑ دھم دھس، دھڑ ڑڑ دھم دھس

اماں مجھے ......

ناصر:- خوشی، خوشی حسن و عشق کے دو گل، دو بلبل یا شجر عشق کا

میٹھا ثمر ایک، عاشق و معشوق کی یہی خوشی یہی ہے

مرجبیں:- (چونک کر) ہیں یہ کون گذرا ہے باغبان ارے بخت میرے تو ہوا اڑے اوسان

ناصر:- ہیں باغبان! یہ تو میں ہوں آپ کا عاشق نیم جان

مرجبیں:- عاشق نیم جان کہیں شامت تو نہیں آئی بدزبان

ناصر:- شامت؟

مرجبیں (دیکھ کر) کون آپ ہیں جناب عالی میں سمجھی تھی باغبان یا مالی

ناصر:- کیوں نہیں ضرور

مرجبیں:- معاف کیجیے حضور

ناصر:- ہوں معاف کیجیے اجی واہ جناب عالی کیا اچھی چال نکالی کسی کو بنائیں

مالی کسی کو دیکھیے گالی اور پھر معافی مانگ کر بچ جائیے خالی سے

خطا معاف نہ ہرگز حضور کی ہوگی
خطا جو کی تو سزا بھی قصور کی ہوگی

مہ جبیں :- سزا دو لائق کار محبت + کھڑی ہے تو گرفتار محبت
ہمارے ہاتھ باندھو گیسوؤں سے + ہمیں سمجھو گنہگار محبت

ناصر :- خیر جائیے جب چور چوری کرنے سے شرمایا تو حاکم کو بھی کچھ رحم آیا

مہ جبیں :- تسلیم تسلیم

ناصر :- جب گنہگار اپنے دل میں جرم سے نادم ہوا
معاف کر دینا اسے انصاف سے لازم ہوا

مہ جبیں :- بندگی بندگی

ناصر :- ہاں، پھر ایسا قصور نہ ہونا چاہیئے اس لئے مجرم کو کچھ نہ کچھ جرمانہ ضرور ہونا چاہیئے۔

(بوسہ لینا)

مہ جبیں :- ہمارے جرم کا جرمانہ یہ حضور نہ تھا
خطا زباں کی تھی گالوں کا کچھ قصور نہ تھا
نہ اس طرف سے کبھی اب درگذر خطا ہوگی
سزا تو دے چکے اب آپ کو سزا ہوگی

ناصر :- ہاں ہاں جو کئے نہیں جو کیے نہیں
ہے لو ضرور جرم کا سرکار لیجیے بھر بھر کے جی مزے سے مرے پیار کیجیے
میں ایک لوں تو آپ مرے چار لیجیے

مہ جبیں :- اجی بس ہٹو بھی

ناصر :- اجی لیجئے لیجئے

مہ جبیں :- میں یہ سمجھوں گی سزا آپ کو کافی دے دی
جائیے گالوں کے صدقے میں معافی دے دی
دھو کر بھیر کھاؤں گی جواب بھی نہ ہوشیار ہنوں
کیا غرض مجھ کو ہے جو میں بھی گنہگار بنوں

ناصر :- یہ تیرا طور ہے اپنا بھی یہی طور سہی + جب خطا بھی ہے تو دو چار خطا اور سہی
(قمر سے) کیوں بیٹا تم کس کے ساتھ رہو گے اپنی امی کے ساتھ یا ہمارے ساتھ

قمر :- ابا جان آپ کے ساتھ مگر آپ کیا کھلائیں گے ؟

ناصر :- بیٹا جو کچھ تم کہو گے

(ناصر کا مہ جبیں سے بگڑ جانا اور مہ جبیں کا گانا گا کر اسکو منانا)

مہ جبیں :- بولو بولو سنو ریا پیارے بجریا سرداری کہہ دو جو مو سے دھیر تقصیر بجریا
بولو بولو

ناصر :- ہم نہیں بولے تم ہی سمجھ لو جو ہو تقصیر جاناں
سزا اب دوں گا تمہیں اور تم قبول کرو

(رستم جنگ کا داخل ہونا)

رستم :- اے شہنشاہ ذی وقار، اے جہاندار آفتاب آثار
تم سلامت رہو ہزار برس + ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

ناصر :- خوش آمدید، آؤ میری سلطنت کے فدائی ۔ میرے مہربان بھائی ۔

رستم :- عالیجاہ میں شرمندہ ہوتا ہوں آپ ذرے کو آفتاب بتاتے ہیں
اور غلام کو بھائی کے نام سے یاد فرماتے ہیں ورنہ جو میرا خیال ذاتی ہے
اس میں تو غلام کی بھی قابلیت نہیں پائی جاتی ہے۔

ناصر :- تمہاری عالی صفاتی ہے جو اپنی تعریف پسند نہیں آتی ہے۔
کبھی کرتا نہیں تعریف اپنی جو کہ عالی ہے
کہ تھوکرے وہی بجتا ہے برتن جو کہ خالی ہے

رستم :- عالی جاہ خبر آئی ہے کہ افواج رقیب آ پہنچی پہاڑوں کے قریب جا پہنچی
نہ ہو ایسا کہ کسی وقت وہ حملہ کر دیں ہم تو غفلت میں رہیں اور وہ پسپا کر دیں
فوجیں تیار کھڑی ہیں کہ فدا جان کریں آپ گر چلیے تو ہم کوچ کا سامان کریں

ناصر :- لو پیاری اب آ گئی جدائی کی باری

مہ جبیں :- نہیں نہیں مجھ کو اکیلا نہ چھوڑو، مجھ سے منہ نہ موڑو میرے شیشہ دل کو
سنگ مفارقت سے نہ توڑو۔
تم تو کہتے تھے ہمیشہ کہ مری جان تمہیں ہو + جب جان چھوٹے جیتے جی کیسے یقین ہو

ناصر :- یہ سچ ہے پیاری کہ تم جان ہو ہماری مگر یہی تو ہے دشواری کہ میں میدان
جنگ میں لڑنے جاؤں گا مہ جبیں ... نہیں تم نہ ڈرنا
جاں مری کھو گئی تو کھو گئی + یہ سمجھنا مجھ پہ صدقے ہو گئی
(مہ جبیں کا ناصر کا دامن پکڑتے ہوئے گانا)
مورے شام مورے دھام مورے سنور یا
جا نہ مو سے پھیر نظر یا ... مورے شام

تم بن سنور یا جائے عمر یا بن تورے سن تکے ڈگریا... سورے شام

ناصر:۔ خیر اٹھو جاؤ لباس بدل کر آؤ مگر یہ یاد رہے کر خیمے سے میدان میں نہ آنا۔ جاؤ تیار ہو سوار ہو۔

(مہ جبیں اور قمرہ کا جانا)

بہادر رستم

رستم:۔ صاحب عالم

ناصر:۔ تھوڑی دیر میں کیا ملے گا؟

رستم:۔ فتح یا موت

ناصر:۔ کاش دشمن کے لیے فتح اور میرے لئے موت ہو۔

رستم:۔ اور کاش سب کے لئے موت ہو۔

ناصر:۔ خیر اگر سب کے لئے موت ہے، تو میں اپنی بیوی اور بچوں کو خدا پر سونپتا ہوں اور اگر میرے لئے موت ہو تو انھیں کون سنبھالے گا؟

رستم:۔ وہی جو دو جہاں کو پالے گا

ناصر:۔ بہادر رستم! یہ مت سمجھنا کہ عیش و عشرت میں پلا ہوا ناصر تیر و تفنگ کے نشانہ میں جانے کے خوف سے گھبراتا ہے! نہیں! نہیں! آتش فشاں توپوں کی جادر میری پوشاک ہے تلواروں کا پھل میرے لئے خوراک ہے مگر مگر خدا معلوم آج کیا ہونے والا ہے کہ دل خود بخود بیٹھا جاتا ہے اچھا اگر میرے لئے موت ہی ہے تو تم میرے بعد میری بیوی مہ جبیں کے شوہر اور میرے بچہ کے پدر بننا۔

رستم :۔ او خدا ! پر میں کیا سنتا ہوں ؟

ناصر :۔ جو میں کہتا ہوں

رستم :۔ کیوں نہیں مرتا ہوں ؟

کیوں نہیں مرتا ہوں کیا نوحا شان سے سنتا ہوں میں

دیکھتا کس آنکھ سے کس کان سے سنتا ہوں میں

اے آنکھ تم کور ہو جاؤ ، اے کانو تم زندہ درگور ہو جاؤ

ناصر :۔ تو کیا میں تم سے نا امید ہو جاؤں ؟

رستم :۔ ہاں آپ مجھ سے نا امید ہو جائیے مگر خدا سے نا امید نہ ہو جائیے

ناصر :۔ مگر خدا جانے کون سا وقت آ رہا ہے جو میرا دل مجھ سے یہ باتیں کہلوا رہا ہے ۔

تم اگرچہ اپنے منہ سے کہنے میں ہو منفعل + تو میں اک خط میں لکھے دیتا ہوں اپنا حال دل

یا تو جو میں نے کہا منہ سے بتا دینا اسے + یا جو خط میں تم کو لکھ دوں وہ بتا دینا اسے

رستم :۔ منظور ہے کلام بھی سلطانی کا ، ہم بھی + راضی ہے شاہ اگر ، تو خوش ہے غلام بھی

ناصر :۔ چلو اللہ فتح دینے والا ہے

رستم :۔ چلیے دونوں کا جانا

باب پہلا .... پردہ پانچواں

منظر حسینہ کا محل

- - - - - - - -

(سلیم کے فراق میں حسینہ کا اندر سے گاتے ہوئے آنا)

حسینہ :۔ ہائے رے مجھے درد جگر نے ستایا

خفا ہیں آہ میں فریاد میں شیون میں نالوں میں

سناؤں درد دل طاقت اگر ہو سننے والوں میں

کباب سیخ ہیں ہم کروٹیں ہر سو بدلتے ہیں

جو جل اٹھتا ہے یہ پہلو تو وہ پہلو بدلتے ہیں

اہل بیداد ملا، دل کا ستا دملا، پورا صیاد ملا، سخت جلاد ملا

سانس جیسی تن بسمل میں جو آتے جاتے

اور جو کہ دیا جلاد نے جاتے جاتے

ہائے مجھے درد جگر

یا خدا یہ راستہ میں کیا غضب آیا جو جھنجھٹ میرے پیارے کو لیکر ابھی تک نہ آیا

(جھنجھٹ کا داخل ہونا)

جھنجھٹ :۔ بیگم صاحبہ بندگی۔ تسلیمات کورنشات

حسینہ :۔ کیوں رے بد ذات کہاں اتنی دیر لگائی واہیات میرے سلیم کو لایا ؟

یا جیسے گیا ویسے ہی چلا آیا (آہٹ پا کر) جھجھبٹ کون ہے؟

(سلیم کا آنا)

سلیم :۔ آداب بجا لاتا ہوں بندہ پرور

حسینہ :۔ بس بس باہر قدم نہ رکھنا گھر کے اندر

سلیم :۔ ہیں ہیں یہ آج کس بات کا غصہ نکالا جاتا ہے کیا بندہ کوئی سر کی بلا ہے جو ٹالا جاتا ہے۔

(سلیم اس کو گلے لگانا چاہتا ہے جس پر حسینہ کا بگڑنا)

حسینہ :۔ ہٹیں بس مجھے نہ ستائیے جائیے جائیے کسی اور سے دل بہلائیے

سلیم :۔ اب خفگی دور کیجئے اور بتائیے آج اس گل سے چہرے پر اداسی کیوں چھائی ہے

حسینہ :۔ اونہوں دو دن تک نہ آنا ترسانا جلانا اور اوپر سے آ کے باتیں بنانا ذرا میری آنکھ سے آنکھ ملانا

سلیم :۔ خوشی سے کہو تو ہونٹ سے ہونٹ ملا دوں

دونوں کا گانا

×-×-×-×

حسینہ :۔ توری چھل بل ہے نیاری، توری کل بل ہے پیاری، کرو باتیں نہ مجھ سے سنوریا جان

سلیم :۔ توری زلفیں ہیں کالی تورے گالوں پہ لالی تورے نینوں کی لاگی کٹریا جان

حسینہ :۔ جاؤ نادان مو سے نہ بناؤ جان

سلیم :۔ نینوں سے نینا ملاؤ میری جان

حسینہ :۔ اجی چھوڑو جی ہاتھ، گدّا دروں سے گھات نہیں ہوگی یہ بات اجی واہ واہ واہ

سلیم :۔ ہیں یہ سامنے سے کون صاحب آتے ہیں ارے، یہ تو میرے قبلہ و کعبہ تشریف لاتے ہیں۔

حسینہ :۔ پیارے سلیم تمہارے باپ دن بدن بڑی سودائی ہوتے جاتے ہیں روز رات کو آتے ہیں میرے مکان کے گرد چکر لگاتے ہیں روتے ہیں، چلاتے ہیں میرے شیدائیوں میں داخل ہوا چاہتے ہیں

سلیم :۔ پیاری حسینہ تم جانتی ہو کہ ساٹھ برس کے بعد انسان کی عقل میں فرق آجاتا ہے، اور یہ تو ساٹھ کے بھی پار ہیں کیا کہوں کچھ سمجھ میں نہیں آتا کس طرح یہ کلنک کا ٹیکہ مٹاؤں خود کو بدنامی سے اور ان کو بیوقوفی سے چھڑاؤں۔

حسینہ :۔ پیارے بات تو بہت شرم کی ہے عاشق بھی ہوئے تو اپنی بہو پہ مگر اب کوئی ایسی ترکیب کرنی چاہیئے میرا خیال ہے کہ ہم تم مل کر انھیں بنائیں پردے ہی پردے میں انھیں نصیحت سکھائیں تاکہ پشیمان ہو کر اپنی حرکتوں سے باز آئیں۔

سلیم :۔ ہاں پیاری ترکیب ٹھیک ہے اچھا ذرا چھپ کر ان کی حرکتوں کو دیکھیں بھالیں پھر کوئی ترکیب نکالیں۔

(سلیم حسینہ کا چھپ جانا جھنجھٹ و حماقت بیگ کا آنا)

حماقت :۔ یار جھنجھٹ آج تو تو نے مجھ پر بڑا احسان کیا جو حسینہ کو مجھ پر مہربان کیا دوست ہو تو ایسا یار ہو تو ایسا۔ خدا کرے تیرے گھر میں بھی میرے ہی

جیسا بہادر لڑکا پیدا ہو۔

جھنجھٹ :۔ اور وہ بھی حسینہ پر شیدا ہو۔

حماقت۔ ہیں ہیں دیکھ یار پھر تلوار چلنے کی بات ہو جائے گی

جھنجھٹ :۔ جناب حسینہ آتی ہے ذرا سفر کی گرد صاف کر ڈالو

۔۔۔۔ ہے آنے دے

۔۔۔ بھا تو سچ مچ پاگل خانے کے قابل ہو گیا۔

حماقت۔ جھنجھٹ حسینہ مجھے کو چاہے گی ؟

جھنجھٹ۔ وہ تو آپ کو بیٹے کی طرح چاہے گی

حماقت۔ تو میں بھی اس کو ماں کی طرح سے پیار کروں گا۔

۔۔۔ :۔ حسینہ تم ان کے پاس جاؤ اور ان کو بناؤ میں ابھی آتا ہوں

(حسینہ کا داخل ہونا)

حسینہ :۔ خوب میرے اس غم کدے میں آپ کا آنا مبارک ہو

جھنجھٹ :۔ تمھیں جوتے لگانا اور انھیں کھانا مبارک ہو۔

حماقت :۔ جھنجھٹ جھنجھٹ ارے یہ بڑی فصاحت سے بات کرتی ہے۔

جھنجھٹ :۔ تو آپ بھی اپنی لطافت اور بلاغت کو کام میں لائیے وہ ناٹک میں

یاد کئے ہوئے فقرے سنائیے

حماقت۔ اچھا اچھا ہٹ جاؤ میں شروع کرتا ہوں مگر جھنجھٹ میرے گلے میں

آواز اٹکتی ہے۔

جھنجھٹ۔ تو جال گوٹے کا جلاب لیجئے۔

حماقت۔ اچھا یا پروردگار ذرا میری مدد کرنا میں شروع کرتا ہوں

گھر سے یہاں کون خدا کیلئے لایا مجھکو — کس ستمگار نے سوتے سے جگایا مجھ کو

اندر کی سبھا میں تو میں گجراج پری ہوں — سب جانتے ہیں مجھکو میں شہرت سے بھری ہوں

اندر سبھا باب پہلا پردہ تیسرا، کہو کیسی کہی

جھنجھٹ۔ ارے یہ تو رو رہی ہے۔

حماقت۔ نہ رو اے مری جورو تیری بلا دور — تجھے کھائے جھبیا سور

جھنجھٹ۔ رد، رد

حماقت۔ یہ عاشق رنجور، تیری محبت میں چور، تیری محبت کو پائے گا ضرور،

بزم فانی باب تیسرا پردہ تیسرا، کہو کیسی کہی؟

جھنجھٹ۔ اچھی کہی

حماقت۔ حسینوں کی خالہ ستیاناسی کا مصالحہ، مرجائے تیرا باپ جس نے تجھے پالا، یہ تیرا چاہنے والا، رستم کا بھائی سہراب کا سالا ادب کر ادب کر میری خالہ، چنڈراولی باب چودھواں پردہ چوبیسواں

کہو کیسی کہی؟

جھنجھٹ۔ اچھی کہی۔

حسینہ۔ کیا تم سچ مچ میرے عاشق ہو۔

حماقت۔ ارے سچ مچ نہیں تو کیا جھوٹ موٹ؟ کہو جھنجھٹ عاشق

جھنجھٹ۔ ہاں ہاں سچ مچ عاشق عاشق۔ اول نمبر

(حماقت بیگ کا گانا)

حماقت۔ تو ہے میری جانی، تو ہے میری نانی، تو ہے میری خالہ جان۔

جان سے جہاں سے مکان سے

پیاری پیاری باتیں ساری ساری راتیں سنوں کر کے دھیان ... تو ہے میری

توری ترچھی نجریہ کو پیار کروں سورے تارے کٹر یا تین کی

مانگا سیندیا تو مورا سیاں ڈاروں تورے گلے بہاں

ہاں ہاں آؤ جی آؤ ہاں ہاں ہاں ہاں

سکینہ۔ اچھا تو میں نے خط میں شرط لکھ بھیجی تھی، وہ تم کو منظور ہے؟

حماقت۔ جھنجھٹ، یہ تو کیا جوتیاں کھانے کی باری آئی

جھنجھٹ جی کھاؤ تو بھی، یہاں کون دیکھتا ہے کہو کہو منظور

سکینہ۔ کہو منظور ہ؟

حماقت۔ ہاں منظور؟

سکینہ۔ اچھا تو بیٹھ جاؤ

حماقت جھنجھٹ

جھنجھٹ جی حضور یہ بھی منظور

حماقت۔ اچھا بابا یہ بھی منظور

سکینہ۔ اچھا میں جوتی لگاتے جاؤں گی اور تم تعریف کرتے جاؤ

حماقت تو جوتے بھی کھاؤ اور تعریف بھی کرو؟

جھنجھٹ۔ حضور یہ بھی منظور

حماقت۔ اچھا بابا یہ بھی منظور، مگر جھنجھٹ ذرا دھیرے دھیرے کہنا

جھنجھٹ: ہاں بیگم صاحبہ ذرا دھیرے دھیرے

حسینہ:۔ اجی ایسے ایسے دھیرے لگاؤں کہ سر پھوٹے تو پھوٹے مگر میری جوتی نہ ٹوٹے

(حسینہ کا جوتی لگانا)

...ینہ:۔ ایک دو تین

...فت: اب رہنے دو پھر شادی کے دن

حسینہ:۔ ہیں یہ تم بیچ میں کیوں بول اٹھے؟ چلو اب پھر ایک سے شروع کرو۔

ماقت: ہیں یہ کیوں؟ اتنی جوتیاں کھائیں وہ فضول گئیں

حسینہ:۔ تم بیچ میں بول اٹھے سو میں گنتی کرنا بھول گئی۔

جھنجھٹ: اور کیا؟ تم بیچ میں کیوں بولے؟

حماقت:۔ اچھا بابا

حسینہ:۔ ایک دو تین

حماقت:۔ یہ چار ہوگئے یاد رکھنا

حسینہ:۔ ہیں تم پھر بیچ میں بولے پھر ایک سے شروع

حماقت: پھر ایک سے شروع؟ ہائے ہائے یہ کمبخت تو سال بھر حجامت ...
ٹھیکی ہوئی، یہ سر اور جوتی دونوں ہی بے شرم ہیں (پبلک کی طرف
دیکھ کر) ہائے ہائے جو مجھ کو دیکھ کر ہنسے خدا کرے وہ بھی اسی
آفت میں پھنسے۔

حسینہ:۔ (زور زور سے جوتی لگاتی ہے) ایک دو تین چار پانچ
(جھنجھٹ کا اندر سے گھبرائے ہوئے آنا)

جھنجھٹ۔ بیگم صاحبہ! آپ کے والد صاحب تشریف لائے ہیں

ینہ:۔ ہیں؟

ماقت۔ ہاں؟؟

جھنجھٹ۔ ہوں؟؟

ماقت:۔ کم بخت جوتیاں کھاتے وقت کہاں مر گیا تھا جو میاں شادی کے
وقت کباب میں ہڈی بن کر آیا اری حسینہ ترا ستیاناس ہو مجھے
کہیں چھپا دے۔

حسینہ:۔ میں کہاں چھپاؤں میری تو لاکھ کی عزت خاک ہوئی جاتی ہے، یا خدا
میں تو مری جاتی ہوں

جھنجھٹ ارے وہ تو مری جاتی ہے

ماقت۔ ارے اسے مرنا ہے تو مرنے دے مجھے تو کہیں چھپا دے

جھنجھٹ۔ ہاں ایک چارہ ہے جس سے تمہیں چھٹکارا ہے

ماقت۔ چارا کہ بھائی چارا
(جھنجھٹ کا اندر سے گھاگھرا اور ساڑی لا کر دینا)

جھنجھٹ۔ اچھا تو لو یہ گھاگھرا ساڑی پہن کر چکی پیسنا شروع کرد

ماقت۔ او نہ ساڑی میں نہیں پہننے کا

جھنجھٹ۔ اجی پھوپھی محبت کی خاطر لوگ جوتیوں کا ہار پہنتے ہیں۔ لو پہنتے ہو

یا میاں کو بلاؤں میاں میاں ......

(حماقت بائیں کا کپڑے پہن کر چلی پینا اور گانا)

حماقت ۔ موری من کی بتیاں نہ بھائے، میرے پیا گھر نہ آئے

(سلیم کا داخل ہونا)

سلیم :۔ کیوں پیاری حسینہ مزاج کیسا ہے ؟

حسینہ :۔ ضرورت سے کبھی زیادہ اچھا ہے ۔

سلیم :۔ پیاری دور کیوں کھڑی ہو، ادھر تو آؤ میرے گلے لگ جاؤ

حماقت :۔ ہیں یہ کیا کرتا ہے جی میں آتا ہے کہ چلی کا پاٹ کھینک کر مار دوں

سلیم :۔ کیوں پیاری حسینہ یہ کون ہے ؟

حسینہ :۔ نوکرانی

سلیم :۔ (لات مار کر) ارے سمجھ سے بول بد قرینہ

حماقت :۔ ارے بولتا ہوں

جھنجھٹ ارے بولتا ہوں کیا ؟

حماقت ۔ ارے تو یہ بھول گئی بولتی ہوں

سلیم ۔ مگر یہ کمبخت کتنا آہستہ آہستہ پیستی ہے ارے زور سے پیس

حماقت ارے پیستا ہوں

جھنجھٹ ۔ ارے پیستا ہوں کیا ؟

حماقت :۔ ارے بھول گئی پیستی ہوں

سلیم :۔ مگر یہ کمبخت کتنا نیچے ہی بیٹھی ہے (پھر لات مار کر) ذرا ہٹ کر بیٹھ

حماقت: ارے سمجھتا ہوں۔

جھجھو: ارے سمجھتا ہوں کیا؟

حماقت: ارے توبہ سمجھتی ہوں۔

حماقت: اچھا پیاری حسینہ اب میں جاتا ہوں۔

حسینہ:۔ بہت اچھا۔

(سلیم کا جانا)

حسینہ:۔ لو بڑے میاں تو گئے اب تم یوں ہی ساری گھاگرا پہنے ہی نکل جاؤ۔
ورنہ بڑے میاں پھر آ جائیں گے۔

حماقت: ارے جاؤں کہاں؟ زمیں ٹلت تو ٹلت مگر مرزا صاحب نہ ٹلت سے

بیٹھا ہوں تیرے در پہ تو کچھ لے کے جاؤں گا
یا تو ہو کے جاں ہی یا مرکے اٹھوں گا

کیوں کیسی کہی؟

حسینہ:۔ بہت اچھی کہی۔

حسینہ:۔ نہیں جاتے؟ تو میں بلاتی ہوں بڑے میاں کو۔

حماقت: جاتا ہوں ..... جانا ہمارا یاد رکھنا۔

حسینہ: جوتیاں کھانا یاد رکھنا

حماقت: ہیب بے (جانا)

سین ختم

باب پہلا .... پردہ چھٹا

منظر۔ میدان جنگ

(دونوں طرف سے بندوقیں چلنا۔ ناصر الدولہ اور چند سپاہیوں کا آنا اور چنگیزی فوج کے تمشیروں کی لڑائی ہونا)

سب :۔ مارو مارو

ناصر :۔ ناکامی ، بدنامی

دورِ فلک سے شکوہ ناکام رہ گیا
جو کام بن چلا تھا وہی کام رہ گیا

سپاہی نمبر ۱ :۔ دیکھئے حضور ، یہ سامنے سے کون آتے ہیں ؟

سپاہی نمبر ۲ :۔ کوئی دشمن کے طرف دار نظر آتے ہیں

ناصر :۔ ہاں خبردار کہ آمادہ شر نظر آتے ہیں (سپاہی بان ہیں ؟ پکڑو ... پکڑو

سپاہی :۔ تمہارا نام ؟

سپاہی ۲ ۔ تمہاری موت کا پیغام

ناصر :۔ تمہیں کس کی ہے تلاش ؟

سپاہی ۲ ۔ ناصر ، او بدمعاش آہم تباہی ، کس انسان کی ہے تلاش ۔ تیری ہی جستجو ہے تیری جان کی تلاش ۔

ناصر :۔ اوہ ، کیا فتنہ ضحاک ، کیا بکتا ہے ؟ بے باک ، کریں گے بزدل کیا ہم سے شیر مرد کی تلاش ۔ تجھ کو ہے میری تلاش مجھ کو ہے تیرے سر کی تلاش (تلوار نکالنا ناصر کا چنگیز کے سپاہیوں سے لڑنا کئی سپاہیوں کو جان سے مارنا ۔ آخر بہت سے سپاہیوں کا گھیر کر گرفتار کر لینا)

(رستم کا آنا) اور ناصر کے بھاگتے ہوئے سپاہیوں کو آواز دینا)

رستم :۔ ٹھہرو ٹھہرو ! اے نامردو تم مرد نہیں عورت ہو ۔ تم ہاتھ میں تلوار پکڑنے کے لائق نہیں ہو بلکہ ہاتھ میں چوڑیاں پہننے کے لائق ہو ۔

سپاہی :۔ جو چاہے سو کہیئے ۔ ذلت سہی نہیں جاتی ۔ جان کر جان دی نہیں جاتی ۔

رستم :۔ کیا حال ہے کیا جان ہے ؟ جس کا تم کو اتنا دھیان ہے ؟ ایک سپاہی کے لئے عزت کا صدقہ جان ہے ۔

سپاہی ۲ ۔ ہیں ہیں یہ ہم غریبوں پر کیسا قہر کردگار ، کیسا غضب ہے کیسی قیامت آشکار

رستم:۔ کیوں کیا غضب آیا جو اتنا شور مچایا کہیں شاہ کا بھی پتہ پایا؟

سپاہی ۲:۔ شاہ کا اب کہاں نام و نشاں؟

رستم:۔ تو کیا وہ مر گئے؟

سپاہی:۔ افسوس ایسا ہی ہوا۔

رستم:۔ اف، جگر چاک ہوا

(زہرہ جبیں کا داخل ہونا)

زہرہ جبیں:۔ ناصر ناصر پیارے ناصر! بتاؤ بتاؤ کہاں ہے وہ میرا گل رعنا کہاں ہے کس جا چھپا ہے کس کی پناہ میں ہے۔

رستم:۔ وہ اس کی پناہ میں ہے۔ جہاں قیامت کے دن چنگیز کو پناہ نہ ملے گی

زہرہ جبیں:۔ تو کیا میرا پیارا خدا کے گھر سدھارا۔

(زہرہ جبیں کا خنجر نکال کر خودکشی کرنے کی کوشش کرنا مگر رستم کا بچا لینا)

(ڈراپ سین)

باب دوسرا .... پردہ پہلا

جنگل

(چنگیزی فوج کا فتح کی خوشی میں شراب پی کر خوشیاں منانا)

سپاہی:۔ یارو آج بہت ہی خوشی کا دن ہے، کیونکہ خدا نے ہم کو فتح دی اور ناصر الدولہ کو شکست اس لئے اپنے شہنشاہ کی شان میں کوئی قصیدہ بنا کر سنانا چاہئے اور انعام پا کر شراب کے دور مزے سے اڑانا چاہئے۔

(سپاہیوں کا گانا)

جلی تاؤ تخت لگا دے یار، پلا دے یار، بنے سرشار، ہر اک مے خوار تجھ پر جائیں قربان، ساقیا: دونی ہو تیری شان اونچی ہو تیری دوکان ساقیا، غزل انا، بھر کے پلا پیمانہ، رنگ لانا، مے اڑانا، مل کر گانا کوئی ترانا

لو یار شوخ سنگ چھیڑ چنگ کا سارنگ، جام کا جما دے رنگ

چلی ناؤ منجدھار.....

ساقیا ترسا نہ، اب اک بوند پانی کے لئے
دل ترستا ہے شراب ارغوانی کے لئے
پھر کہاں یہ دوست ہوں گے اور کہاں یہ بزم رنگ
آئے گی پیری تو رو دیں گے جوانی کے لئے

چلی ناؤ.........

سپاہی :۔ چلو یار چلو شاہ کو فتح کی مبارکباد دیئے جائیں گے اپنی جیب گرمائیں گے۔

قفت :۔ چلیے یار چلیے میں بھی شاہ کو قصیدہ سنانے والا ہوں۔

سعید :۔ چلو بھائی چلو۔

سین ختم

باب دوسرا.................پردہ دوسرا

چنگیزی کیمپ

(پہلے سپاہیوں کا آنا پھر چنگیز کا آنا اس کے بعد سہیلیوں کا شراب لے کر آنا اور چنگیز کا شراب پینا رقاصاؤں کا ناچنا اور گانا)

آؤ آؤ چھیلا، میں مدھوا پلاؤں
چھین پائے جیا، سورے پیارے پیا، تو ہے من میں بٹھاؤں
بل بل جاؤں، سجن سناؤں

مے کا پینا نیک قرینہ ، چار دن ہے زمانے میں جینا، سچی باتیں تو بتاؤں
آؤ آؤ
شراب ناب بھی ہو صاف اور شیشہ پیالہ صاف
میں نرمل ساقی ہوں اور پینے والا صاف
اجی آؤ آؤ چھیلا مدھوا پلاؤں

سپاہی :- مرزا صاحب وہ قصیدہ شروع کیجیے قصیدہ

حماقت :- اچھا اچھا ٹھہر جاؤ (جھنجھٹ سے رازدارانہ لہجہ میں) جھنجھٹ میاں تو جھوٹ موٹ شاعر بنا تھا۔

جھنجھٹ یہاں تو یہ قصیدہ پڑھنے کو کہتے ہیں

حماقت ابھی کوئی شعر وغیرہ بنا کر ٹھونک دو

جھنجھٹ ارے شعر کیا میں نے تو بکری بھی نہیں بنائی۔

حماقت۔ سب لوگ نظم میں تعریف کرتے ہیں آپ نثر میں کر دو۔ جو میں کہتا جاؤں وہ کہتے جاؤ۔

حماقت۔ اچھا تو ذرا ہوشیاری سے کہنا

جھنجھٹ۔ اے تاج چھتر کے لائق شاہ

حماقت۔ اے لات کھپڑ کے لائق شاہ

جھنجھٹ۔ اے سلطان خاص و عام

حماقت۔ اے سلطان کے خاص حجام

جھنجھٹ۔ اے جنگیوں کے سردار

حماقت۔ اے بھنگیوں کے سردار

جھنجھٹ۔ اے بھنگی نہیں جنگی

حماقت۔ اے جنگی نہیں بھنگی

جھنجھٹ۔ تمام زمانے کے شاہ آپ سب کے سرتاج، آپ کے گلے میں پھولوں کا ہار

حماقت۔ تمام زمانے کے شاہ آپ سب کے محتاج، آپ کے گلے میں جوتوں کا ہار

جھنجھٹ۔ بہت تیرا باپ مرجائے تیرا، ارے جوتیوں کا نہیں پھولوں کا۔

حماقت۔ بہت تیرا باپ مرجائے پھولوں کا نہیں جوتوں کا۔

جھنجھٹ۔ تو نے سب کا ستیاناس کر دیا۔

حماقت۔ تو نے سب کا ستیاناس کر دیا۔

ککھنجت۔ کمبخت تجھے بھی دربار سے نکلوائے گا۔

حماقت۔ کمبخت تجھے بھی دربار سے نکلوائے گا۔ آگے بول آگے بول

ککھنجت۔ آگے۔ کیا بولوں تیرا سر

حماقت۔ آگے کیا بولوں تیرا سر

ککھنجت۔ قصیدہ تمام بابا قصیدہ تمام

حماقت۔ قصیدہ تمام بابا قصیدہ تمام

چنگیز۔ ٹھہر جاؤ مرزا صاحب ٹھہر جاؤ۔

سپاہی نمبر ۱۔ اے شہنشاہ نامدار ذی وقار

سپاہی نمبر ۲۔ یہ جشن فتح تجھ کو مبارک ہو لاکھ بار

سپاہی نمبر ۳۔ ذی جاہ سربلند ہو بدخواہ پست ہو

سپاہی نمبر ۴۔ اس شاہ کی ہو فتح عدو کی شکست ہو

حماقت۔ اونہوں ککھنجت اپنا قصیدہ سب سے بڑھ کر رہا

چنگیز۔ ٹھہر جاؤ میرے شکار ناصر بدمعاش کو لاؤ

حماقت۔ ککھنجت چل اپنے کو حسینہ کے گھر جانا ہے

ککھنجت۔ ہاں، چلو چلو

(سب کا جانا، سپاہیوں کا ناصر کو ہتھکڑیوں اور زنجیروں میں باندھ کر لانا)

چنگیز۔ آئیے آئیے شاہ زمانہ، کہیے آپ نے غلام کو پہچانا؟

ناصر۔ شیطان کو کون نہیں جانتا ہر شخص پہچانتا ہے۔

شکل و صورت دیکھ لی کبر و رعونت دیکھ لی

نام پہلے سے سنا تھا آج صورت دیکھ لی

چنگیز۔ او مغرور! تو، زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے پھر بھی بول اکڑا ہوا ہے۔

عزت کی نشان گیا آبرو گئی + دل سے مگر نہ تیرے رعونت کی بو گئی

سر سے غرور مسند مخمل نہیں گیا + رسی تمام جل گئی پر بل نہیں گیا

ناصرہ۔ عزت والے مصیبت میں کب دبتے ہیں۔ تارے دن کے بدلے
رات کو چمکتے ہیں۔

خاک ہو کر ابر زیر فلک جاتی نہیں + عطر کی مٹی میں مل کر بھی مہک جاتی نہیں
جان جائے گی مگر جوہر نہ جائیں گے کبھی + توڑ بھی ڈالو تو ہیرے کی چمک جاتی نہیں

چنگیز۔ کیا کہا؟ او باد ہوائی۔ وہ شرافت کس کام کی جو وقت پر کام نہ آئی۔
جوہر اگر دکھاتے مشکل پڑی نہ ہوتی + ہاتھوں میں آج کے دن یوں ہتھکڑی نہ ہوتی

ناصرہ۔ کیا کہا؟ ہتھکڑیاں؟
چنگیز۔ ہاں ہتھکڑیاں
ناصرہ۔ جن بہادروں کو اپنی عزت عزیز ہوتی ہے، ان کے ہاتھوں میں ہمیشہ
دو چیز ہوتی ہے۔
چنگیز۔ دو چیز؟
ناصرہ۔ ہاں دو چیز
چنگیز۔ کیا
ناصرہ۔ تیغ و شمشیر یا ہتھکڑی در بیڑی۔ جو طبیعت میں عورت ہے اس کو
بیڑیاں کی ضرورت ہے۔
چنگیز۔ ہوں، تو نے اس [illegible] بہادری کہ مجھ سے کرے لڑائی، میں تیرا کون تھا
ناصرہ۔ کون تھا؟
چنگیز۔ چچا زاد بھائی
ناصرہ۔ اوہو، تو نے بھائی کا نام لے کر میرے چچا کی روح کو بلا دیا۔ ان کو
نیند سے جگا دیا، او ناسزائی تجھے بھائی کہتے ہوئے ذرا بھی
شرم نہ آئی۔ چچا زاد بھائی اور یہ کج ادائی لعنت ہے قصائی۔
جو ناگ دودھ میں پلا دشمن آنکھیں کا ہو گیا + تو نہیں پیدا ہوا اک سانپ پیدا ہو گیا
چنگیز۔ خیر میں نے مانا کہ تیری نظر میں خوار ہوں + مار عیار ہوں، بدکار ہوں مکار ہوں

دیکھ اپنے کو کہ کس رنج و الم میں ہے پڑا + اور مجھ کو دیکھ جام عیش سے سرشار ہوں

ناصر: مغرور سے کون سی ایسی بات ہے عزت اور ذلت خدا کے ہاتھ ہے۔

کبھی برسات میں جن ندی نالوں میں روانی ہے + انھیں گرمی میں دیکھو تو [illegible] پانی
مگر دریا کو اس گرمی کا کچھ بھی غم نہیں ہوتا + لگا دو آگ بھی اس میں تو پانی کم نہیں ہوتا

ایک شاخ میں دو پھول ہوتے ہیں ایک شادی کے وقت سہرے کے کام آتا ہے دوسرا بعد مرگ قبر پہ چڑھایا جاتا ہے ایک صدف میں دو گوہر خوش آب ہوتے ہیں ایک کو سلاطین تاج میں لگاتے ہیں دوسرے کو کھرل میں پیس کر خاک بناتے ہیں۔

چنگیز: جب یہ جانتے ہو اور تخت کا نام دل لگی ہے اور شاہی کا انجام فقیری ہے

تو ناحق غم اٹھائے ہو کے تخت و تاج کے والی
مجھی کو کیوں نہ ایسی بادشاہی تم نے دے ڈالی

ناصر: تم کو؟

چنگیز: ہاں مجھ کو

ناصر: تم کو بادشاہی کا دینا گویا رعایا کو ظلم کے ہاتھوں میں دینا ہے بشرطے
مگر ہونی کی حفاظت کا لینا ہے کہ [illegible] گا تب میں ان ظلم و ستم کا سامنا
[illegible] کرنا پڑے بھی مجھ کو خدا کا سامنا

چنگیز: جب رعیت کی تقدیر میں ایسا ہی ہونا ہے تو پھر تمہیں کس بات کا رونا
ہے ہم تو یہ جانتے ہیں کہ

ناصر: کیا؟

چنگیز: کو سو گا رنج ہم کو غم نہیں تو کچھ نہیں + اور روئیں اپنے گھر ماتم نہیں تو کچھ نہیں
آدمی دنیا میں ہر دم خوش نہیں تو کچھ نہیں + دم کے ہیں سب دم دمے جب دم نہیں تو کچھ نہیں
ساری دنیا ہیچ ہے جب ہم نہیں تو کچھ نہیں

نادرہ۔ تو تم کو جس ارمان کی امید ہے اس جہاں میں پورا ہونا بعید ہے، البتہ دوزخ
میں جاؤگے تو وہاں پورا آرام پاؤگے۔

چنگیز۔ او دا ہی تو نے میری موت اس لئے چاہی کہ تیری قید ٹوٹ جائے اور تو
اس عذاب سے چھوٹ جائے؟

ناصرہ۔ نہیں میں اکیلا تیرے عذاب سے نہیں چھوٹوں گا بلکہ دنیا تیرے ہاتھ سے چھوٹ
جائے گی اور تو، دنیا کے عذاب سے چھوٹ جائے گا او خوں ریز چنگیز
کون سا ملک جائے گا اس ریزی میں فائدہ + تو نے کیا سوچا ہے میری دشمنی میں فائدہ

چنگیز۔ فائدہ؟ سلطنت حاصل کرنے کا قاعدہ۔ جس طرح سے ایک میان میں دو خنجر
برابر نہیں رہ سکتے اسی طرح ایک ملک میں دو شہریار نہیں رہ سکتے۔
دوا لگتی ہے طبیعت صبر کر سکتی نہیں + ایک روٹی دو بشر کا پیٹ بھر سکتی نہیں

ناصر۔ تو یہ انسانی خصلت نہیں ہے آدمی، ایک روٹی دس آدمیوں کو بانٹ کھاتا ہے۔
مگر ایک کتا ایک ہڈی اکیلا ہی چباتا ہے۔

جواب۔ یہ وہ ہے کہ جن لوگوں میں ایسی کج ادائی ہے + وہ اگر کتے ہیں لیکن شکل انسانوں کی پائی ہے

چنگیز۔ دیکھ دیکھ، اگر میرا غصہ نہ ٹل جائے گا تو آفتاب نکلنے کے پیشتر ہی تیرا
دم نکل جائے گا۔

ناصر۔ ہٹ، جہاں تجھ سا کور باطن ہے، وہاں آفتاب کا نکلنا غیر ممکن ہے۔

چنگیز۔ کیوں، سبب؟

ناصر۔ سبب؟ تیرے گناہوں کی تاریکی نے تمام جہاں میں اندھیرا مچا دیا ہے، آفتاب کو
نکلنے سے چھپا دیا ہے۔

پردہ گور میں جب جسم بر تیرا ہوگا + تب زمانے میں اسی روز سویرا ہوگا

گانا۔ پائے گا سزا بے ایمان، جان
ارے پاپی ظالم جا، اور دوزخ میں مر کر گھر پانا، جل جانا، مر جانا،
تو نے جو کچھ بولا میرا اے پاپی اس سے کیا ڈرنا، مرنا بھرنا، یاری بدکاری کب تک کرنا

اب سے ڈرتا پھر دیتا ہمر دیا یہی جاتا، پہچانا...

چنگیز:- بدزباں کم نہیں ہوتی ہے حماقت تیری
خیر معلوم ہوا آ گئی شامت تیری
کوئی لے جاؤ، اسے قید کرو آج کی رات
خون پی لوں گا تیرا ناشتہ صبح کے ساتھ

ناصر:- کیا؟ خون؟

چنگیز:- بس

سپاہی:- بات نہ کر

(ناصر کو لے جانا)

چنگیز:- او دشمن جانی اب کون بچا لے گا تیری زندگانی؟

(نوشابہ کا داخل ہونا)

نوشابہ:- ذات رحمانی، ذات رحمانی [illegible] تو قیامت آتی ہے، قبر کی زمین تھراتی ہے۔

چنگیز:- تو کون نوشابہ، پیاری کیا حال ہے۔ کیا خیال ہے؟

نوشابہ:- زندگی تو زوال ہے انجام کا خیال ہے۔

چنگیز:- انجام اے دل آرام، کیا میری محبت کا انجام؟

نوشابہ:- محبت؟ کیا اب بھی دنیا میں باقی ہے، جس کی مشتاق ہے؟
گئے وہ دن کہ جن میں قدر تھی داغ کے لگانے سے
[illegible] تو ہو جاتی ہے [illegible] آنے سے
[illegible] ہو گیا اچھی طرح اب آزمانے سے
جسے کہتے ہیں الفت اٹھ گئی سارے زمانے سے
خوشی ہوتی ہے اب کھا کی [illegible] ستانے سے

چنگیز:- میں نے کیا گناہ تو کیا [illegible] + [illegible] قتل گاہ تو ہے تو کیا خوشی

کرتے ہیں لوگ آہ تو پھر تم کو کیا غرض + روتے ہیں مہر و ماہ تو پھر تم کو کیا غرض
دنیا ہوئی تباہ تو پھر تم کو کیا غرض

نوشابہ ۔ یہ غرض انساں کا فرض ہے وہ انساں نہیں جس کے دل میں رحم و ایمان نہیں۔

جہانگیر ۔ نوشابہ! تو دیکھنے میں روئی ہے مگر چبھنے میں سوئی ہے

نوشابہ ۔ اور تم! دیکھنے میں امرت کی لہر ہو مگر پینے میں زہر ہو۔

جہانگیر ۔ نوشابہ، نوشابہ تم میرے سینے میں دل ....

نوشابہ ۔ اوہ تمہارے پاس دل نہیں ہے جہانگیر، اگر تمہارے پاس دل ہوتا تو اس میں
خدا کا خوف ضرور ہوتا۔

جہانگیر ۔ تو کیا میرے پاس دل نہیں؟

نوشابہ ۔ نہیں اور اگر ہے بھی تو بیکار، سوراخ دار ہے۔ جہاں سوراخوں سے شیطان آتا جاتا
ہے اور آپ کو بہکاتا ہے آخر تو اس سے کیا چاہتا ہے؟

جہانگیر ۔ موت بس ناصر کی موت جب تک اس کے جسم میں روح کے ذرے دوڑتے
رہیں گے تب تک موت بس موت جب تک اس کے خون کے آخری قطرے سے
میرے غصہ کی پیاس نہ بجھے گی تب تک موت بس موت

نوشابہ ۔ افسوس! برق اور برسات بھی شور و غل کے بعد تھم جاتے ہیں پہاڑ و درخت
بھی بعد زلزلے کے تھم جاتے ہیں مگر تمہارے غصے کی آگ ایسی ہے جو ہزاروں
کا گھر پھونکنے پر بھی ویسی کی ویسی ہے؟

افسوس بھائی بھائی میں کیا کیا جفا ہوئی + والد کے آگے بیٹے کی گردن جدا ہوئی
صد با ہزار روزہ کی ہستی فنا ہوئی + جو جو کہ نہ ہوئی اب وہ وہ خطا ہوئی
پھر بھی ہوس نہ آپ کی پوری ذرا ہوئی

جہانگیر ۔ نوشابہ! شوہر کا کہنا نہ ماننا عورت کا گنہگار ہے پری کی سی شکل پاکر چڑیل کی
حرکات کرتی ہے!

نوشابہ ۔ اور دشمن پر رحم کرنا بہادری کا گنہگار ہے آپ فرشتہ کی سی شکل پاکر شیطان کی د

بات کرتے ہیں؟

چنگیز ۔ بس، جا چلی جا او نادان عورت یہاں سے چلی جا ۔ اگر میری تلوار میان سے باہر نکلے گی تو ناصر کی زندگی کے ساتھ تیری بھی زندگی کی جڑ کاٹ کر پھینک دے گی

نوشابہ ۔ یہ تلوار جو چمکنے میں اتنی چمکتی ہے، زندگی کی جڑ کاٹ سکتی ہے مگر ایمان کی جڑ کاٹ نہیں سکتی ۔

چنگیز ۔ تو کیا تم میری بیوی ہو کر میری شریک نہیں ؟

نوشابہ ۔ نہیں مظلوم ساتھی کی شراکت ٹھیک ہے مگر ظالم شوہر کی شراکت ٹھیک نہیں

چنگیز ۔ خیر شوہر کی نہیں تو دشمن کی شراکت کرنا، ناصر کے ساتھ تو بھی قبر میں اترنا شوہر سے بڑھ کے دشمن جانی کا دھیان ہو + چل دور نا سزا ئی یہاں سے دفعان ہو

(چنگیز کا غصہ سے کانپتے ہوئے چلا جانا)

نوشابہ ۔ خود مطلب، خود غرض، تو نے ایک عورت کی محبت تو دیکھ لی اب دیکھ کہ یہ عورت تجھ سے کس طرح نفرت کرتی ہے ۔

گانا

کہاں تھی میری قسمت جو تو نیک کار ہوتا + نہ کسی کا دل دکھاتا نہ جفا شعار ہوتا

تو ستم سے در گذر کر دنیا میں کبھی یہ جان دیتی + تیرے دل میں رحم ہوتا میرے دل میں پیار ہوتا

نہ گراتی قدر ہستی یہ بے ثبات ہستی + کہ دو روزہ زندگی پہ نہیں اعتبار ہوتا

جو ہو شوق کا راحسن تو ہو دستدار احسن

کہ امید وار احسن کو ہے انتظار ہوتا

باب دوسرا   پردہ تیسرا

مکان حسینہ

جھنجھٹ : بیگم صاحبہ آپ کے نام ایک پارسل آیا ہے باہر دو قلی سر پہ لئے کھڑے ہیں اگر حکم ہو تو ندر بلگا ؤں اندر تک اٹھا لاؤں ۔

حسینہ:۔ ایک پارسل دو قلی؟ پھر پارسل کا یہ گودڑ کا بوجھ ہوگا سخت حیرت ہے خدایا، کوئی اپنا ہے پرایا پھر یہ پارسل کہاں سے آیا؟

(جھنجھٹ کا حماقت بیگ کو تھیلے میں بھر کر اٹھانا مگر حماقت کا بیچ سے نکل پڑنا پھر سے تھیلے میں ڈال کر لانا حماقت کی تھیلے سے آواز آنا)

حماقت:۔ ہیں ہیں

حسینہ:۔ جھنجھٹ یہ پارسل میں سے آواز آتی ہے۔

حماقت:۔ بیگم صاحبہ اس میں پہاڑی الو بند ہے۔

حسینہ:۔ الو؟

جھنجھٹ:۔ ہاں ہاں دیکھئے نا پردہ تو کھٹا ہے (تھیلے کو اسٹیج پر حماقت کا بیہوشی کی حالت میں چھینکتے ہوئے باہر آنا۔)

حسینہ:۔ اچھا ذرا ٹھہر جائیے ابھی اس کے منہ میں ہاتھ رکھ کر دیکھتی ہوں کہ پھر سانس آگئی ہے یا نہیں۔

(حسینہ کا منہ پر ہاتھ رکھنا حماقت کا بوسہ لینا حسینہ کا چونک جانا)

حماقت:۔ (اچھلتے ہوئے) بچ گیا، جی گیا، مجھے تیرے کی چھٹی ہو گئی؟

جھنجھٹ:۔ ابھی چلی گئی تو جانے دو، میں ابھی بلا کر لاتا ہوں مگر سچ کہیے کیسے انگریزی قاعدے سے بلایا ہے۔

حماقت:۔ ہاں یار قاعدہ تو ولایتی ہے مگر جوتیاں بہت کھانی پڑیں۔

جھنجھٹ:۔ اجی اس کی کیا پرواہ ہے۔

جو جوتے سے کم رتبہ عالی نہیں ہوتا + عزت وہ خزانہ ہے کہ خالی نہیں ہوتا

(حسینہ اور سلیم کا قریب کر باتیں کرتے ہوئے نظر آنا)

حسینہ:۔ دیکھو پیارے سلیم یہ تمہارے باپ نے کیا ڈھونگ رچایا ہے، یوں نہ آسکے تو پارسل بن کر آئے۔

سلیم:۔ پیاری حسینہ تم پہلے کی طرح ان کے پاس تھوڑی دیر ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں

میں ایک بار پھر دکھاتا ہوں

پیر: دعائیں مانگ رہے تم آگئے میری جان تمہارے صدقے، باپ تمہارے قربان میری بھی جاتی ہے آپ کے لیئے جان

حماقت: اوہو اوہو اوہو اور اسی طرح وہ رنگیلی بھٹیارن دلچسپ دھوبی کے پاس فرماتی تھیں۔

: ہاں وہ کیا فرماتی تھی۔

حماقت: بقید سے مرے کوئی نکلنے نہیں پایا + آفاق میں بھیراج رجی نام ہے میرا
کیوں دوست سے کیسی ملائی

جمشید: واہ واہ اچھی کیسی ملائی

حماقت: اب جلدی قاضی کو بلوانا چاہیے اور نکاح پڑھوانا چاہیے ایسا نہ ہو کہ پھر بیچ میں گڑبڑ پڑ جائے۔

گانا

حسینہ: جوان دولہا پہ سو میں نثار، ہوئے گھونگھٹ پہ میں ہوں نثار

حماقت: تیری میری جوڑی ہی مزیدار

حسینہ: انگوٹھی لگا دی جوڑی مزیدار

حماقت: دولہا بنوں گا گھوڑے چڑھوں گا اب نہ کرو تکرار

حسینہ: مجھے لہنگا دلا دے، مہندی منگا دے ساڑی دلا دے، جوڑا کے ساتھ

حماقت: تجھے لہنگا دوں مہندی بھی لا دوں جوتا گھٹا دوں سوتی ...
ابھی جاؤں ابھی لاؤں شادی کا کرو اقرار
تیری میری جوڑی ......

(سلیم کا دیو کی شکل میں آنا)

(حسینہ کا گانا)

حماقت: نیند اب نہ ہوں امیر دلدار

سلیم :- خبردار ارے بدشعار

حماقت :- او باپ رے یہ کیا بلا چھیڑ اودہ سر اگلا

سلیم :- چپ اگر ذرا بھی شور کیا تو کچا کھا جاؤں گا۔

حماقت :- اجی بابا کھاؤ یا چباؤ مگر اپنا نام تو بتاؤ۔

سلیم :- تو یہاں کیا کرنے آیا تھا

حماقت :- جوتیاں کھانے آیا تھا اور کیا کرنے آیا تھا

سلیم :- بول نہیں تو تیری جان لوں گا۔

حماقت۔ ارے بھائی جان کیوں لیتا ہے میں اپنی بیوی کا اکلوتا ایک ہی میاں ہوں
اگر میں مر جاؤں گا تو وہ یتیم ہو جائے گی۔

سلیم :- بی بی ای بی کیسی بھی تو حسینہ سے شادی کرنے آیا تھا۔

حماقت ارے توبہ توبہ اسی جھوٹ بولنے سے تم آدمی سے بھوت بن گئے۔
حسینہ سے ملنے آیا تھا ملنے۔

سلیم :- بھا تو یہ کاغذ اور لکھ کہ حسینہ میری ماں ہے۔

حماقت - کیوں ؟

(سلیم اسکی گردن دباتا ہے)

سلیم بس چپ لکھ سیدھے سے

حماقت اچھا بابا

سلیم۔ کیا لکھا ؟

حماقت :- حسینہ میری ماں ہے

سلیم ابے تیرا نہیں میری لکھ

حماقت ارے یار تیری میری سب ایک ہی ہے

سلیم چپ لکھ سیدھے سیدھے

حماقت اچھا بابا

سلیم:۔ کیا لکھا؟

حماقت حسینہ میری ماں ہے

سلیم:۔ اچھا لکھو حسینہ تیری بیٹی ہے

حماقت۔ ارے بھائی میری بیٹی کے بدلے میرے سسر کی بیٹی لکھوں تو نہ جیئے

سلیم:۔ بس چپ کر سیدھے سیدھے لکھ

حماقت۔ اچھا بابا

سلیم کیوں کیا لکھا

حماقت۔ حسینہ میری بیٹی ہے

سلیم:۔ اچھا کان پکڑ کر پانچ بار اٹھ بیٹھ کر

حماقت تو ایک مرتبہ پانچ جوتیاں کھائیں اب پانچ دفعہ اٹھنے بیٹھنے کی نوبت آئی ارے بھائی اُس سے حصول۔

سلیم۔ ہمارا حصول

حماقت کمبخت زندگی میں بڑا پاجی شخص ہوگا۔ ایک، دو، تین

سلیم:۔ ہیں بیٹھ کیوں گیا۔

حماقت۔ ارے بابا ذرا دم تو لینے دے

سلیم: چلو اب ایک سے شروع کرو

حماقت لو یہ ایک حسینہ کا بھائی نکلا۔ اچھا بابا ایک دو تین چار پانچ

سلیم اب کے تو مزا آئے گا؟

حماقت نہیں بابا یہاں سے جاؤں گا تو تیرے نام کا ایک بکرا بھینٹ چڑھاؤں گا بس تیرا باپ مرجائے

(مرزا حماقت بیگ کا جانا

سب کا ہنسنا)

حسینہ:۔ آج تو بڑے میاں کی خوب گت بنائی پہلے سے بھی زیادہ گت بنائی۔

سلیم :- ارے آج تو ایسی گت ہوئی کہ مرتے مر جائیں گے پر جب یاد آئے گی تو اپنی بیوقوفی پر تو شرمائیں گے۔

جھنجھٹ :- (اپنے سے کہنا) اب ذرا سلیم کو بھی ہتھیلی میں چاند دکھا دوں (ظاہر میں) اجی وہ کیا شرمائیں گے۔ آئیں گے اور بیسیوں وقت آئیں گے عادت ہو تو دھو دھا جائے پر علت کہاں سے جائے؟

سلیم :- نہیں نہیں اب کبھی نہ آئیں گے۔

جھنجھٹ :- آپ کو یقین نہ ہو تو بیگم صاحبہ کی طرف سے ایک رقعہ بھجوا دیجئے پھر دیکھئے وہ آتے ہیں یا شرماتے ہیں۔

حسینہ :- ہاں پیارے جھنجھٹ کا خیال سچ ہے تم میری طرف سے ایک رقعہ لے کر جاؤ

سلیم :- ارے پر تم دونوں مل کر کیا مجھے بیوقوف بناتے ہو جان بوجھ کر باپ کی بیٹے سے دلالی کراتے ہو۔

حسینہ دلالی؟ پیارے اس میں دلالی کیسی؟ پر تو دل لگی ہے نہیں میری قسم ابھی جانا

سلیم :- نہیں ابھی تو مجھے بے قصور ناصر الدولہ کا پتہ لگانا ہے۔

جھنجھٹ :- جناب جب آپ اور سب انھیں بے قصور بتاتے ہیں تو پھر انکی رہائی کی تدبیر کیوں نہیں بتاتے ہیں اگر آپ سے نہ ہو تو بندے کو بھی کہئے پھر دیکھئے کیسی کرتا ہوں گھات۔

سلیم :- ارے بیوقوف یہ تیرے جیسے آدمی کا کام نہیں

جھنجھٹ :- اجی آپ چلئے تو سہی۔

سلیم :- اچھا آؤ۔

باب دوسرا   پردہ چوتھا

(میدان جنگ کی پہاڑیاں)

(رحیم کا بحالت پریشانی اپنے بیٹے کے ساتھ آنا)

مہ جبیں:۔ چھوٹ جائیں غم کے ہاتھوں سے جو نکلے دم کہیں + خاک ایسی زندگی پر تم کہیں اور ہم کہیں
مشکل راحت نہیں زمانے میں + جان جاتی ہے دل لگانے میں
کیا تیرا کام بن گیا اے یاس + میری امید کے مٹانے میں
معلوم جو ہوتا ہمیں انجام محبت + لیتے نہ کبھی بھول کے ہم نام محبت
سو بلائیں ہیں ایک دم کے لئے + زندگی وقت ایک دم کے لئے
زبانی دنیا رخصت اے دنیا کی حسرت ہمیشہ کے لئے رخصت)
جب ملا کیسا انجام بزم عشق کا کاشانہ تھا + شمع تھی امید دنیا اور دل پروانہ تھا
نشہ غفلت جب اترا تو یہ ظاہر ہو گیا + خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا
قمر:۔ امی جان اب چلئے اپنا مکان
مہ جبیں:۔ مکان؟ بیٹا تو کس دھیان میں ہے۔ مکان تو اسی میدان میں ہے۔
قمر:۔ امی جان اس جنگل میں مکان کدھر ہے اپنا تو بستی میں گھر ہے۔
مہ جبیں:۔ اے بھولے لڑکے ابھی تو نادان ہے اپنا مکان بجا بیابان ہے (مہ جبیں کا گانا)
دو دن کے ہیں گھر در سارے دو دن کا خس خانہ ہے + دو دن کی ہے راحت منزل دو دن کا کاشانہ ہے
سدا جہاں میں رہنا ہے وہ جنگل یا ویرانہ ہے + اٹھ اے مسافر کمر کو باندھے آج آیا کل جانا ہے
دنیا جس کو کہتے ہیں وہ ایک مسافر خانہ ہے
دو دن کے ہیں . . . .

(قمر کا سو جانا اور رستم کا آنا)

رستم:۔ صبر صبر اے وفاداری کے روشن ستارے صبر اگر تمام عمر کے لئے نہیں تو تھوڑے عرصہ کے لئے صبر
مہ جبیں:۔ کیوں صبر کی کیا ضرورت ہے
رستم:۔ وصیت مرحوم شاہ کی آخری وصیت
مہ جبیں:۔ وصیت؟ بولو جلد بولو۔ دل بے آرام ہے کون سی وصیت ہے کیا کام ہے
رستم:۔ ایک تو اس معصوم بچے کے لئے دعا اور دوسرا کام او خدا میں کیا کہنا چاہتا ہوں

اور زبان تو کیوں نہیں جل جاتی اور جان تو کیوں نہیں نکل جاتی

(رستم ناصر الدولہ کا لکھا ہوا وصیت نامہ مہ جبیں کو دیتا ہے)

(مہ جبیں خط پڑھنا)

مبادا ہوا کا جھونکا برف کی طرح جم جائے، نظام شمسی میں ستاروں کی رفتار تھم جائے زمیں پورب سے پچھم کی طرف چلنے لگے آفتاب دن کے بدلے رات کو نکلنے لگے۔ مگر جو ہو گیا اس کا زندہ ہونا دشوار ہے لہذا اب تم بھی غم دور کرو اور رستم جنگ کو اپنے بچے کا پدر یعنی شوہر منظور کر لو۔

شوہر...... شوہر...... یہ کیا پڑھ گئی......

رستم۔ وصیت مرحوم شاہ کی وصیت

مہ جبیں:۔ وصیت ؟ اور بے حمیت تو کیا اس جعلی وصیت سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے

رستم:۔ رستم اپنے آقا کو دیا ہوا قول نبھانا چاہتا ہے۔

مہ جبیں:۔ رستم ؟ کیا یہ ہی رستم، بول بول کیا یہی رستم ؟

رستم:۔ ہاں ہاں یہی رستم۔

مہ جبیں:۔ آہ پہاڑ کیا تجھ میں اتنے پتھر نہیں جو اس پہ برسا دے او جہنم کیا تجھ میں اتنی آگ نہیں جو اسکی زبان جلا دے

رستم:۔ ہاں ہاں جلا دو جلا دو اگرچہ میری زبان نے میرے دل کو یہ بات سکھائی ہو تو جلا دو، خاک میں ملا دو

مہ جبیں:۔ او بے قصور شہید تیری موت کا سبب اب میری سمجھ میں آیا۔ بیشک تو نے اسکو فریب میں پھنسا دیا جب چنگیز سے پوری فوج کانپتی تھی اس سے تو نے میرے خاوند کو اکیلے لڑایا۔ وہ دلیر تھا وہ شیر تھا وہ لڑا ہمت سے لڑا وہ گرا زمین پر گرا مگر او روسیاہ تو نے اس کی جان نہ بچائی اور اس جعلی وصیت سے فائدہ اٹھانے کے لئے

سلہ ایسا نہ ہو

میری زندگی کو خاک میں ملائی

رستم :۔ بے دیکھے الزام نہ دے اور نا منصف عورت اتنا الزام نہ دے
آبرو زیر فلک خون بہانے میں نہیں + با وفائی کی کوئی قدر زمانے میں نہیں

سر حبیبیا :۔ باوفا، جھوٹا مکار اگر تجھ جیسے پاپی زناکار کو باوفا کہیں گے تو ان جان نثار
کو کیا کہیں گے۔

جان جنت میں گئی بڑھیاں بے کاروں میں بیٹھی + ہاتھ قبضے پر پڑے اور قبضے تلواروں میں
سو گئے ہو حقیقی دیکھ ناپا یاروں میں بیٹھ + بول تو ہی کون اپنے آج غم خواروں میں
تو وفاداروں میں ہے یا بے وفاداروں میں بیٹھا

رستم :۔ اگر یہ بے قصور رستم تیرا گنہگار ہے تو سر ہے یہ تلوار
جھونک دے دل میں لگے سینے سے + باز آیا میں ایسے جینے سے

سر حبیبیا :۔ نہیں نہیں جی جی، اپنی زندگی کا انجام دیکھنے کے لیے جی۔
میں تجھے شوہر کے نام سے پکاروں اور سہراب تجھے باپ کے نام سے پکارے
اس سے پہلے میرے سینے سے قاتل زہر پی کر ہمیشہ کے لیے مر جائے گا اور پھر سراب
بے خبر ہوگا۔

(سر حبیبیا کا جانا مگر قمر کو بھول جانا)
(سپاہیوں کا داخل ہونا)

سپاہی :۔ جہاں پناہ آج تک جو خبر ہم نے سنائی تھی وہ غلط تھی۔ ابھی ابھی میں نے
شہنشاہ چنگیز کے سپاہی سے یہ خبر پائی کہ شاہ نے جان نہیں گنوائی

رستم :۔ تو کیا شاہ مارا نہیں گیا؟

سپاہی :۔ جی نہیں ہم غریبوں کا سہارا نہیں گیا ابھی تک فضل کردگار ہے شہنشاہ چنگیز
کے ہاتھوں گرفتار ہے۔

رستم :۔ او خدا او خدا تو عجیب ہے تیرا کام بے عیب ہے تو ہی اس گناہ کی بیٹی
سے بدنامی کا داغ مٹاتا ہے تو ہی دودھ کا دودھ پانی کا پانی کر دکھاتا ہے

بس اب جان جائے یا شان جائے حیات ہو یا وفات ہو شاہ ناصر کو خبر دوں گا اسی کے منھ سے اپنی بے گناہی کی گواہی دلاؤں گا مہ جبیں کے دل سے شک اور اپنے سر سے بدنامی کا داغ مٹاؤں گا۔

(رستم اور سپاہیوں کا چلا جانا اور چنگیزی سپاہیوں کو آنا)

سپاہی ا۔ چلتے چلتے پیروں میں جان نہیں مگر اب تک منزل کا نشان نہیں۔

سپاہی ۲۔ بھائی یہ جتنے پہاڑی راستے ہوتے ہیں ان میں یہی دشواری ہوتی ہے کہ راہ جاتی بھی بھاری ہوتی ہے۔

(قمر کی طرف تعجب سے دیکھ کر) آ آ میاں تم نے اسے پہچانا۔

سپاہی ا۔ نہیں نہیں میں نے ابھی تک نہیں جانا۔

سپاہی ۲۔ اجی یہ تو شہنشاہ چنگیز کے لئے خدا نے تحفہ بھیجا ہے ان کے دشمن جانی کا کلیجہ ہے

سپاہی ا۔ کون ؟ ناصر کا جگر بند۔

سپاہی ۲۔ ہاں ہاں اسی احمق کا فرزند چلو دونا انعام لینا ہے تو اسے لے چلو شاہ کو نذر گزاریں گے باپ کے ساتھ بیٹے کی بھی گردن ماریں گے۔ (دونوں سپاہیوں کا قمر کو اٹھا کرلے جانا

قمر:۔ امی جان

سپاہی:۔ چپ شیطان

(دوبارہ مہ جبیں کا آنا)

مہ جبیں:۔ قمر قمر! کہاں میں تجھ سے بچھڑ گئی مانگ کے ساتھ کوکھ بھی اجڑ گئی کیا ایک دل دو داغ ہائے دو داغ۔

گیت نین کو بھائے بیتم۔ درشن دکھائے بیتم۔ تم بن سورے سنو سیا بمری چلی عمر یا جلدی لوٹ کھر آ

برہا جلائے بیتم اب تک نہ آئے بیتم... نین کو

کس چھوٹ سیاں نگری چھٹنگٹ ڈگری ڈگری

ہم بہ ڈھونڈھوں کون نگری کون دلیں چھپائے بیتم

(رحیم بیگا رو تے ہوئے چلے جانا)
سین ختم

باب دوسرا

پردہ پانچواں

راستہ

تیرے کارخانۂ قدرت میں کوئی دم مار نہیں سکتا
تیری حکمت کبریائی کو کوئی جان نہیں سکتا
تو ہی بے گناہوں کا مددگار ہے
تو ہی مظلوموں کا پالن ہار ہے
کشتی نوح کو طوفاں سے بچایا تو نے
آگ نمرود کو گلزار بنایا تو نے
میں بھی اک بندہ گنہگار ہوں رب پاک ذات
رحمت تیری بڑی ہے دے بدنامی سے نجات

رستم :- اے خداوند دو جہاں پیدا کنندہ زمین و آسمان عجب تیری قدرت ہے پروردگار عجب تیری حکمت ہے کردگار اگر رستم کو کچھ امید ہے تو تیری ہی ذات سے ہے۔

امید وہ ہے جو شیر دل کا کام نیتی ہے امید وہ ہے جو گرتوں کو تھام لیتی ہے

او ناداں عورت تو نے مجھ پر جھوٹا الزام لگایا خطاوار ٹھہرایا (سامنے دیکھ کر) ہیں یہ کون؟ کوئی نیک انسان یا چنگیزی فوج کے شیطان

(سلیم اور جھنجھٹ کا آتے ہوئے دکھائی دینا اور رستم کا چھپ جانا)

سلیم :- بس یار اسفر نہ کر فضول باتیں نہ بنا اتنی سی جان گز بھر کی زبان، ناداں چھوٹا منہ اور بڑی بات۔ راستہ نہیں ہے۔

جھنجھٹ :- جناب میرے قد پر نہ جائیے میں جتنا چھوٹا ہوں اتنا ہی کھوٹا ہوں دیکھنے میں

کمتر ہوں مگر عقلمندی میں آپ سے کہیں بہتر ہوں۔

سلیم :۔ بے وقوف ناصر الدولہ کو چھڑانا کوئی آسان کام نہیں جانا۔

رستم :۔ ناصر الدولہ؟ یہ تو میرے آقا کا نوکر ہے۔

سلیم :۔ دیوانے جب تک کوئی بہادر شخص دلاور ہماری مدد پر آمادہ نہ ہو تب تک اس کام کا ارادہ نہ ہو۔

جھنجھٹ :۔ پھر ایسے شخص کا ملنا دشوار ہے

(رستم کا سامنے آنا)

رستم :۔ تیار ہے تیار ہے اے نیکی کے فرشتے جیسا تم چاہتے ہو ویسا ہی شخص بھی تمہاری مدد کے لئے تیار ہے۔

اس قدر ظلم سے چنگیز کے بیزار ہوں میں ساتھ کیا جان تلک دینے کو تیار ہوں میں

بات میری جو نہ باور ہو تو نوشتہ لے لو شاہد انساں کے عوض چاہو فرشتہ لے لو

اے بہادر اگرچہ میں ایک شخص پرایا ہوں مگر جس کی تم جان بچانا چاہتے ہو اسی کی وفادار رہا ہوں۔

جھنجھٹ :۔ میاں سلیم اگرچہ یہ ایک اجنبی شخص ہے مگر جو کچھ اس کا بیان ہے وہ قابل اطمینان ہے۔

سلیم :۔ اجنبی شخص! اگرچہ ایک غیر شخص کو شریک کرتے ہوئے طبیعت جھجکتی ہے مگر تمہارے بیان سے سچائی ٹپکتی ہے۔ خیر تم اور ہم ایک ٹھکانے بیٹھ کر رہائی کا نقشہ جمالیں پھر اس کام میں ہاتھ ڈالیں۔

(تینوں کا جانا)

سین ختم

باب دوسرا پردہ چھٹا

جیل خانہ

(دو سپاہیوں کا اونگھتے ہوئے نظر آنا)

سپاہی ۱:۔ بھائی شیر خاں

سپاہی ۲:۔ ہاں بھائی دلیر خاں

دلیر:۔ یار رات کتنی گئی ہوگی۔

شیر:۔ یہی کوئی بارہ بجے ہوں گے (حماقت بیگ کا گشت کرتے ہوئے آنا)

حماقت:۔ ہوشیار باش خبردار باش جاگتے رہو سونے سے بھاگتے رہو۔

دلیر (سپاہی) کون؟ اوہ مرزا صاحب آپ

حماقت:۔ کون؟ خان صاحب آج آپ کا پہرہ جیل خانے پر

دلیر:۔ ہاں بھائی ہاں کہو آپ کہاں سے آتے ہیں اور کیسے ہیں؟

حماقت:۔ کیا پوچھتے ہو یار کیسا ہوں جیسا تم دیکھتے ہو دلیا ہوں دن بھر تو دربار میں حاضری دی اب شام سے فوج کی گشت کر رہا ہوں جاتا جاتا مر رہا ہوں۔

دلیر:۔ ارے بھائی ہاں میرا بھی تو یہی حال ہے کہ دیکھئے سب لوگ سو رہے ہیں اور ہم جاگ کر اس کمبخت ناصر الدولہ کی قسمت کو رو رہے ہیں۔

حماقت:۔ ابے جاگتا کہاں تو، تو سوتا ہے اٹھ کر بیٹھ واہی نوکری کرنے آیا ہے یا بادشاہی۔ گویا قید خانہ انکے باوا کا مکان ہے پہرہ دینے آئے سو رہے ہیں پاؤں پھیلائے۔

سپاہی ۲:۔ ارے ٹھہر یار ٹھہر کیوں جگاتا ہے اس وقت یہاں کون دیکھنے آتا ہے

حماقت:۔ تو کیا تم یہاں سونے آئے۔

سپاہی ۲:۔ نہیں تو کیا تمہارے باپ کے نام رونے آئے۔

حماقت:۔ اٹھ یار اٹھ اگر سوتا ہے تو بڑا قبرستان پوچھتا ہوا چلا جا، دیکھ یار دنیا میں جاگے گا تو قبر میں آرام سے نیند آئے گی نہیں تو وہاں جاگتے جاگتے مصیبت آ جائے گی کیوں کیسی کہی سوتا ہے۔۔۔ اٹھ بے کیوں کیسی کہی

سپاہی ۲:۔ کیا ہے؟

حماقت:۔ ہوا بے وقوف کہیں کا اٹھ اکڑا ہوا میں پوچھتا ہوں تم پانچ سوار دوں میں؟

داخل ہو گئے مگر تجھے قواعد بھی یاد ہے؟
دلبر: کیا کہا قواعد؟ کس چڑیا کا نام ہے قواعد تو میں نہیں جانتا ہوں اسکے معنی بتاؤ
یا کوئی مثال دے کر سمجھاؤ۔
حماقت: اچھا قاعدے سے کھڑے ہو جاؤ اور یوں دیکھو بندوق لگاؤ
دھر رد ھس (چلنا) لپ لپ لپ لپ (سپاہی سے)
ادبد خصال۔ جیب سے ہاتھ تو نکال
سپاہی ۲: تو کیا ہاتھ نکال کر کیا پاؤں ڈال دوں
حماقت: ارے ادبدام کے اونٹ یہ جیب ہے یا انگریزی ٹرنک، یوں نہیں یوں
کھڑا ہو جا۔۔۔
(سپاہی پیچھے سے چپت مارتا ہے)
سپاہی: میرا ہاتھ تو الگ ہے۔
سپاہی ۲: اور میرے ہاتھ کو تو دو گھنٹے سے لقوہ مار گیا
حماقت: تو پھر یہ تھا کس کا ہاتھ بیہودہ کیا یہاں شیطان آن کودا
سپاہی: دیکھئے دیکھئے وہ سخنہ چڑاتا ہے آپ جیسے ہی مڑتا ہے وہ چپت مارتا ہے)
حماقت: جاؤ جاؤ تم سکھتے نہیں۔ ہوے بیوقوف تم کبھی نہ سیکھو گے۔ چلو پہرہ دینا
شروع کردو۔ ہوشیار باش۔ خبردار باش۔
سپاہی ۲: ٹھہر یار ٹھہر دو گھڑی یار دوست دل بہلانا پھر چلے جانا
حماقت: اچھا تو پھر کھانے پینے کا کرو ٹھکانا
سپاہی: کھانے کا تو نہیں۔
حماقت: کھانے کا تو نہیں؟ وعلیکم السلام
سپاہی ۲: کھانے کا نہیں تو پینے کا تو ہے
حماقت: پینے کا کیا؟ برانڈی؟
سپاہی: نہیں وسکی

حماقت: اس کی یا اس کی

پاپاجی: اصلی اسکی نہیں دیکھی

حماقت: اچھا یار سلو کی بیا بھ

پاپاجی: ہاں مرزا صاحب ہاں وہ کیسا جوم گایا کرتے تھے پیٹ میں جھپیٹ میں
شراب کے لپیٹ میں

حماقت: ہاں ہاں وہ دن

(سپاہیوں کا اٹھ کر کھڑے ہونا اور حماقت کا گانا سب کا شراب پیتے ہوئے
نظر آنا)

گانا: میری جانی شراب، ارغوانی شراب آجا جھپٹ ڈالوں پیٹ میں
جی میرا آیا تیری لپیٹ میں قو نشے لپیٹ سے لگا کر لپیٹ میں جھپ کو سپوں
کا لپیٹ میں

یاروں مزا راحت کر دیں نشے میں ہوں + شیشے میں مئے ہے صادق کردی نشے میں
یوں کہتے ہیں مرزا حماقت بیگ سفوہانی + گو نچے کے لی بادۂ نو ہو اس کا پانی
میری جانی شراب ارغوانی شراب

(جھپٹ کا بھیس بدل کر آنا)

جھپٹ: کون حماقت بیگ میں تو جھپا تھا کسی اور کو ہنسا تا ہو گا لیا جبر دستی کر یا
کبھی اس الو کو پاگل بناتا ہو گا۔

(گانے کی آواز آنا)

حماقت: یار میرے عنبٹ کے گانے پر یہ خنجر ڈاٹر کون گاتا ہے ... یار یہ
تو کوئی رنڈی ہے کیسی ٹھنڈی ٹھنڈی ادھر آتی ہے۔

گانا

جھپٹ: مزا دیتے ہیں یار، تیرے بال گھونگھر والے
لگی میرے دل میں آہ، جاتا تھا وہ رشک ماہ دیکھا دشمن کے ہمراہ

دونوں ہاتھ گلے میں ڈالے

پہلے بھی مجھ سے تکرار اب تو کیوں کرتا ہے پیار اب تو تیری طرف سے پیار
میرے دل میں پڑ گئے چھالے

تیری بھوئیں ہیں شمشیر، تیری چتون ہے یا تیر، تیری آنکھیں بت بے پیر
جیسے زہر بھرے دو پیالے

کوئی دم کا ہوں مہمان، ایک نظر ادھر بھی جان تیری آنکھوں کے قربان
او منہ پھیر کے جانے والے

حماقت:۔ اے حسینہ زمانہ بندگی قبول فرمائیے کتنے دنوں سے ہوا ہے اس شہر میں آنا

جھنجھٹ:۔ ابھی آئے ہوئے تو چند روز ہوئے ہیں کیا یہ مسافر خانہ کہتے ہیں؟

حماقت:۔ جی ہاں یہ مسافر خانہ ہے اس میں چودہ چودہ برس کے یہ دو مسافر رہتے ہیں

سپاہی ۲:۔ کیا آپ بھی یہیں ٹھہر رہی گی؟

جھنجھٹ:۔ جی

حماقت:۔ واہ رے بڑا جی ہے تجھے کھلاؤں گا شکر گھی

سپاہی:۔ اور گھی نہ ملے تو ٹکیا کا تیل

حماقت:۔ چپ بے ناٹے تجھے بھی سوجھنے لگی۔ بیوی صاحبہ آپکا نام

جھنجھٹ:۔ بندی کا نام دل آرام

حماقت:۔ آہاہاہا کیا پیارا نام ہے دل آرام، آپ کا مکان ہے؟

جھنجھٹ:۔ دل کی کوٹھری جگر کا دالان

حماقت:۔ واہ کیا خوب کیا خوب مگر آپ کیا کرتی ہو پیشہ

جھنجھٹ:۔ ایمان کی چوریا کرتی ہوں ہمیشہ

حماقت:۔ واہ کیا کہنے، جی صاحبہ آپ کے پاس وہ چیز ہے

جھنجھٹ:۔ وہ کیا

حماقت:۔ وہ بے واؤ بیش بو سین الف زبر سا

کھجھٹ :- کیا چھوسا، کسی بنیے کی دوکان پر آتا ہوگا یہاں تو ملتا ہے لات اور گھونسہ

حماقت :- دل ذرا، آپ نہیں سمجھیں اشارہ چھوسا نہیں بوسا، او ہو ابری ادا

کھجھٹ :- ہیں ذرا ہٹ کے کھڑے رہو (حماقت بوسہ لیتا ہے) اجی سنبھلے رہو۔ کوئی دیکھ لے گا۔

حماقت :- اجی کون دیکھ لے گا تم اپنی آنکھیں بند کر لو سمجھ لینا یہ دونوں اندھے ہو گئے۔

اجی آپ کا گال میرے ہونٹوں کو اشارے سے بلاتا ہے ملنے دو ملنے دو

سپاہی :- ابے اے اے تو میں بھی اندھا ہوں

حماقت :- اندھا نہیں ہے تو میں آنکھوں کو پھوڑ کر اندھا بنا دوں گا اے اب سنبھل اب کبھی ادھر نظر نہ ڈالنا۔

سپاہی :- ہاں جی صاحب کوئی چیز لاتا ہے

کھجھٹ :- اجی قربان جاؤں ایک چیز کیا دس چیز لا دوں، مگر کچھ سرور چڑھتا ہے تو بندی کا کبھی نہ چڑھتا رہے۔

سپاہی :- مگر ہے کہاں

کھجھٹ :- نہیں ہے؟ تو میں ابھی لاتی ہوں

حماقت :- لاتی ہے۔

(کھجھٹ خود سے اب شراب میں دھتورا ملا کر ان سب کو الو بناتا ہوں اور شاہ ناصرالدولہ کو چھڑاتا ہوں)

کھجھٹ :- اجی بنوا دو جان سلمہ ستارے کی انگیا

گال میں لالی کان میں بالی میں تو پہنوں گی پیارے کی انگیا

مورے درزی نے انگیا بگاڑی مجھے لا دو بنارس کی ساڑی

لا دو سو پیسہ کا بی کناری کی انگیا اپنے سیاں کی بالی رے جھولی میں پہنوں گی ریشم کی جوڑی

جس پر اٹکا ہو ... ... کی انگیا۔ اجی بنوا دو ...

حماقت:۔ کیوں جی صاحب پھر تو دہی گانا رنانا ترے جی میں یا بھر گئے سسرے سالے اور پھر گانا ۔ مجھے منگوا دو جان بلاؤ تخنجن کی ہنڈیا۔

جھنجھٹ:۔ چلو رب سب ہے پیئے کیا نشہ ہو گیا۔

سپاہی:۔ کون کہتا ہے نشہ ہو گیا۔

جھنجھٹ:۔ توبہ توبہ گرے نا جاؤ ذرا مجھے جیل خانے کی سیر کراؤ

سپاہی:۔ آؤ پیاری کو سیر کراؤ

سپاہی ۲:۔ بڑھ جا میں سیر کراتا ہوں

حماقت:۔ ہٹو ہٹو سب سے پہلا نمبر میرا ہے۔

جھنجھٹ:۔ اجی لڑو نہیں سب مل کر سیر کرانا مجھے کچھ بھاگ کے تھوڑی جانا ہے ہیں مگر یہ کیا ہے؟

حماقت:۔ یہ بھی ایک قسم کا قیدخانہ ہے

جھنجھٹ:۔ کیا اس میں بھی قیدی قید رہتے ہیں

حماقت:۔ جی ہاں

جھنجھٹ:۔ اس کی ترکیب سمجھاؤ

حماقت:۔ اس کی ترکیب سمجھاؤں؟ سمجھاتا ہوں

سپاہی ۱:۔ ایک پاؤں اس میں رکھئے

۲ دوسرا اس میں رکھئے

حماقت:۔ تیسرا اس میں رکھئے اور اوپر سے یہ رکھا چلو قیدی قید ہو گیا

جھنجھٹ:۔ تو اس سے نتیجہ کیا ہو گا جب قیدی کے جی میں آئے گا اوپر کا تختہ اٹھائے گا اور چلا جائے گا۔

حماقت:۔ بڑا نکلنے والا کو قوال کا سالا اس کے لئے بھی ہے ایک مصالحہ

جھنجھٹ:۔ وہ کیا ہے جناب والا

حماقت:۔ یہ کنجی اور تالا

جھنجھٹ :- اس کی ترکیب سمجھاؤ

حماقت :- اس کی ترکیب سمجھاؤں تالے کو کنجی میں ڈالو چابی گھما کے نکالو، چلو تالا پڑ گیا ہے قیدی جکڑا گیا چاہے پہرے دار سو جائے مگر مجال ہے جو قیدی فرار ہو جائے۔

جھنجھٹ :- واہ رے مجسم دانائی خوب تدبیر بتائی لو اب تم پہرہ دو بندی ہوتی ہے بادہوائی۔

حماقت :- پیاری سن تو سہی بات

(جھنجھٹ کا سپاہیوں کا سودا خوں میں پڑ ڈلوا کر قید کرنا بعد ازاں [illegible] جانا ہے سن کر رستم اور سلیم کا بھیس بدلے ہوئے آنا اور ناصر الدولہ کو رہا کرنا)

سلیم :- کون میرے والد سودائی واہ رے قسمت کی بڑائی یہ وقت بھی بھیس کے سر آئی۔

نادرہ :- کیوں بھائی کس طرح میری رہائی کی تدبیر ہاتھ آئی

رستم :- عالی جاہ اس جگہ زیادہ گفتگو کا موقعہ نہیں آپ یہ سپاہ چھوڑ کر نکل جائیں تھوڑی دیر میں میں بھی آتا ہوں اور سب حقیقت کہہ سناتا ہوں

(ناصر الدولہ اور رستم کو جانا سلیم کا اصلی شکل میں آکر حماقت کو چھیڑنا)

حماقت :- (جھنجھٹ سے) پیاری کہاں لیے جاتی ہو دل آرام"

جھنجھٹ :- دیکھا مے خواری کا انجام

سین ختم

باب دوسرا

پردہ ساتواں

محل

(مرزا حماقت بیگ کا آنا)

حماقت :- اس کمبخت نے مجھے شراب پلا کر بالکل بے ہوش کر دیا۔ جتنی قسمت کی

برائی ہے سب میرے ہی حصہ میں آئی ہے میں نے بھی عجب رسوائی تو تدبیر پائی ہے کہ جب ہاتھ میں دانے آئے تو دبی تبن دانے آئے پر تو خبر ہوئی کہ میں ان دونوں بیاہیوں سے مدت غفلت کی نیند سے جاگا تو سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا اب دیکھیے ان دونوں کے کیا حال ہوتے ہیں زندہ بچتے ہیں یا حلال ہوتے ہیں۔

نوکر:۔ حضور کوئی اجنبی شخص آپ سے ملنے آیا ہے

حماقت:۔ اچھا جاؤ حاضر کر دیا خدا خیر کرنا کہیں کلوا بیریا بعی تو نہیں آیا۔

(سلیم کا شکل بدل کر آنا)

سلیم:۔ جناب تسلیم

حماقت:۔ تسلیم تسلیم آپ کا اسم شریف

سلیم:۔ جناب فدوی کو کہتے ہیں عبداللطیف اصل میں بندہ امیر زادہ ہے مگر ان دونوں دلالی کے پیشے پر آمادہ ہے۔

حماقت:۔ امیر زادے ہو یا شیطان زادے مگر ہو دلال؟

سلیم:۔ جی ہاں جی ہاں میں دلال ہوں

حماقت دلال کہاں کے چکلے کے؟

سلیم:۔ توبہ توبہ کیا آپ بھی مجھ سے دل لگی کرتے ہیں؟

حماقت:۔ اجی دل لگی کا ہے کی جب پیشہ ہے تو کیا اندیشہ ہے آج کل کے امیروں کے لڑکے اپنے ماں باپ کی لاکھوں کی کمائی ایک روپیہ کمانے والی چڑیا کھیانے میں گنوائی جب مفلسی نے گردن دبائی تو بھیک مانگنے کی نوبت آئی جب پیٹ ہوا بھوکا اور جیب ہوا خالی تو خریدار؟ چھوڑ کر کرنے لگے دلالی۔ کیوں کیسی کہی۔

سلیم:۔ اچھی کہی

حماقت:۔ تو یہ کہیے کہ آپکا خانزادی پیشہ نہیں ہے پھر یہ دلالی کرنے کا کیا سبب ہے؟

سلیم:۔ جناب اصلی بات یہ ہے کہ مجھ میں اور میرے باپ میں عجب اتفاق ہوا

جس سے یہ بندہ اس پیشے کا مشتاق ہوا

حماقت :۔ یعنی یعنی!

سلیم :۔ یعنی میرے باپ بھی آپ جیسے امیر شخص ہیں آپ کو دیکھا گویا میرے با[illegible]
کو دیکھا۔

حماقت :۔ ہیں ہیں کم بخت کیا بیٹا بن کر کہیں جائداد میں تو حصہ نہیں لگانا چا[illegible]

سلیم :۔ واللہ یہ بھی معلوم ہوتا کہ آپ ہی میرے باپ ہیں اگر اس وقت میری [illegible]
آ جائے تو وہ بھی اپنا شوہر سمجھے۔

حماقت :۔ یہ دیکھیے غریب کا تو کوئی باپ نہیں بنتا اور امیر کے بیٹے بننے کو [illegible]
تیار ہیں اچھا پھر آگے

سلیم :۔ آگے یہ کہ میں جس شہر میں رہتا ہوں ایک سوداگر کی لڑکی بھی رہتی ہے
اور اس کی میری آشنائی ہے اتفاق ایسا ہوا کہ میرے باپ بھی اس پ[illegible]
لٹو ہو بیٹھے۔

حماقت :۔ یعنی یعنی

سلیم :۔ یعنی اس پر عاشق ہو بیٹھے۔

حماقت :۔ اپنے بیٹے کی بیوی پر توبہ توبہ وہ تو اس کی بیٹی ہوئی بیٹی

سلیم :۔ جناب سنتے تو جائیے۔

حماقت :۔ ہاں فرمائیے۔

سلیم :۔ تو پھر میری معشوقہ نے یہ شرط پیش کی کہ تم سر جھکاؤ اور میں جوتیاں لگا[illegible]
میرے باپ نے بھی گردن جھکائی اور میری معشوقہ نے بھی تان تان کر جو[illegible]
لگائیں کہ میرے منہ سے بھی واہ واہ کی تعریف نکل آئی۔

حماقت :۔ کیا کہنے آپ کے باپ نے جوتی کھائی اور آپ نے تعریف فرمائی

سلیم :۔ تو جناب وہ تعریف میں نے اپنی طرف سے تھوڑے کی تھی وہ تو میرے با[illegible]
نے جس بہادری سے جوتیاں کھائیں اس کی تعریف تھی۔

حماقت :۔ آپ کا باپ بھی کوئی بڑا ہی بے وقوف ہو گا ہاں جناب پھر؟

سلیم :۔ پھر یہ کہ اتنے میں اس کا باپ آگیا اور میرا باپ گھبرا گیا۔

حماقت :۔ ستیاناس پھر؟

سلیم :۔ پھر تو انہیں گھاگھرا ساڑی پہنا کر گھر سے دھکا بتا دیا

حماقت :۔ جناب تو پھر آپ کے باپ نے توبہ کر لی ہو گی؟

سلیم :۔ اجی توبہ کا ہے کی وہ تو گھر جا کر ایک نیا سوانگ لائے۔

حماقت :۔ یعنی یعنی۔

سلیم :۔ یعنی میری بیوی کے پاس پارسل بن کر آئے۔

حماقت :۔ ہیا ہیں کمبخت کہیں چھپ کر میری نصیحت تو نہیں دیکھ لی پھر پھر؟

سلیم :۔ تو پھر جناب میں نے بھی بھوت بن کر اپنے باپ کی گردن دبائی اور ان سے ہر خط کبھی لکھوائی اور کان پکڑ کر یا بے دفعہ الحمد بھی کرائی۔

حماقت :۔ ہی ہی خوب گت بنی خبیث کی کیوں صاحب پھر تو آپ نے انھیں چھوڑ دیا؟

سلیم :۔ جی ہاں چھوڑ دیا مگر دو ہی دن کے بعد میں اپنی معشوقہ کا خط لے کر ان کے پاس گیا۔

حماقت :۔ کون؟ آپ گئے؟ اور پھر بھی آپ کے والد بزرگوار باز نہیں آئے

سلیم :۔ اجی بالکل نہیں

حماقت :۔ بہت بری بیوقوف کی معاف کیجئے گا جناب اس وقت جی میں آتا ہے کہ آپ کے باپ کے پاس جاؤں تو بیوقوف کے منہ پر پانچ جوتے لگاؤں بیوقوف گدھا حجام کہیں کا ہاں جناب آپ اپنے باپ کے پاس گئے تھے تو لباس کیا پہنے تھے لباس۔

سلیم :۔ یہی جو اس وقت پہنا ہے۔

حماقت :۔ جب تو جناب بیوقوف کو دن میں اونٹ بھی نہیں دکھائی دیتا ہو گا

سلیم :۔ ہاں مگر جناب میں آپ کی باتوں میں یہ کہنا بھول گیا کہ میں آپ کے پاس کس غرض سے آیا ہوں۔

حماقت :۔ ہاں فرمایئے کیونکر آنا ہوا ؟

سلیم :۔ حسینہ نے آپ کے نام ایک خط بھجوایا ہے۔

حماقت :۔ کیا؟ حسینہ نے میرے نام خط بھجوایا ہے ؟ لا جانی لا۔

(خط کا پڑھنا) میرے پیارے عاشق میں تمہارے بغیر رہ نہیں سکتی اب تم جلدی آؤ تم نے جو میرے ساتھ نکاح کا وعدہ کیا تھا اب میں تمہارے ساتھ شادی کرنے کو تیار ہوں۔ جلدی آنا دیر نہ کرنا مگر ایک کام کرنا اپنی اصلی شکل میں نہ آنا جمعہ دار کی شکل میں آنا تا کہ کوئی نہ پہچان سکے ساتھ ٹوکری اور جھاڑو بھی لے آنا۔

الراقم آپ کی حسینہ

(سلیم سے) آج تو نے بڑا احسان کیا لے آج سے ہم تم پگڑی بدل بھائی بن جائیں۔

سلیم (گھبرا کر) نہیں ابا۔

حماقت :۔ نہیں ابا ابے تو آدمی ہے یا گھاسلیٹ کا ڈبہ

سلیم :۔ نہیں جناب آپ کی شکل میرے باپ سے ملتی جلتی ہے اس لئے

حماقت :۔ ملتی جلتی ہے اس لئے اے یار دلدار مجھے سخت ہوا بخار کہ میں شکار میں غلہ دگا لینے کلوا بیر کی لاٹھی سے مجھے .... اپنے گھر واپس ہونا پڑا اس روز سے اس قدر صدمے کا بار ہے کہ نو سو تیرہ ڈگری کا بخار ہے کیوں کیسی کہی ؟

سلیم اچھی کہی۔

حماقت :۔ اس لئے حکیم صاحب کی یہ رائے ہے کہ جب تک تمہاری شادی نہ ہو گی تب تک اس بخار کا اترنا دشوار ہے کیوں کیسی کہی ؟

سلیم :۔ اچھی کہی۔

حماقت :۔ اُٹھیئے اٹھے اچھی کہی کر کے کرسی پر بیٹھ گیا۔

سلیم :۔ دیکھو ادھر جھاڑو والے کا لباس پہن کر آتا نہیں تو اور کوئی آفت آجائے کلو اہیر دیکھ پائے تو مشکل ہو گی کیوں جناب اب کیسی کہی ؟

حماقت :۔ بری کہی خیر محبت کی خاطر جھاڑو والا تو کیا بھنگی والا بننے کو بھی تیار ہوں خیر آپ جائیے میں ابھی جاتا ہوں اور جھاڑو ٹوکری سے لیس ہو کر ابھی آتا ہوں۔ پر جناب آپ کے باپ پر مجھے بہت ہنسی آتی ہے کمبخت کے اپنے بیٹے کو بھی نہ پہچانا۔ کہو کیسی کہی

سلیم :۔ اچھی کہی۔

حماقت :۔ اچھی کہی اچھی کہی کر کے مری کرسی نہ اٹھائے جانا۔

(دونوں کا جانا)

(نحوست اور جھنجھٹ کا داخل ہونا)

نحوست :۔ ارے ہائے ہائے حسینہ تیرا ستیا ناس ہو جائے اری او شیطان کی خالا تو نے میرے بھولے بھالے شوہر کو کس علت میں ڈالا جھنجھٹ سچ سچ بوڑھا روز سوانگ بناتا ہے۔

جھنجھٹ :۔ تو کیا بندہ جھوٹ سناتا ہے

نحوست :۔ خدا کرے وہ مرے اس کا چاہنے والا سڑے۔

جھنجھٹ :۔ (خود سے) لا ادر سنو! اپنے بیٹے کو کوس رہی ہے۔

نحوست :۔ جھنجھٹ! کیا حسینہ بالکل دیوانی ہو گئی ہے ؟

جھنجھٹ :۔ جی بالکل شیطان کی نانی ہو گئی ہے۔ کل ہی تو پاگل خانے سے زنجیر توڑ کر بھاگی ہے۔

نحوست :۔ اچھا میں جاتی ہوں۔ سمجھوں گی حرامزادی کو۔

جھنجھٹ :۔ مگر بیگم تم خالی ہاتھ نہ جانا کوئی جوتا پرانا لے کر جانا۔

نخوست :۔ تو کیا وہ مجھ سے لڑے گی؟ میں چوٹی کاٹ لوں گی مردار کی، اچھا چل تو سہی دیکھا جائے گا۔

جھنجھٹ :۔ ہاں ہاں چلو سب جمع خرچ حسینہ کے گھر وصول ہو جائے گا۔

سین ختم

باب دوسرا پردہ اکھتواں

خوابگاہ

(چنگیز کا سوتے ہوئے نظر آنا خواب میں بڑبڑانا)

چنگیز :۔ قتل خون موت اے ظالمو مجھے جہنم میں نہ جھونکو۔

(نوشابہ کا منہ میں نقاب ڈال کر ہاتھ میں خنجر لئے ہوئے آنا)

نوشابہ :۔ اے دل ناداں ٹھہر اے ضبط ہمت کر اے آنکھ مت رو سہ
گریوں ہی آنسو کا طوفاں اور دم بھر رہ گیا + یاد رکھنا تم کہ یہ دل خون ہو کر بہہ گیا
اے ہمت مردانہ تھوڑی دیر کے لئے میری مدد کو آنا ۔۔۔۔ آہ کیسی گہری نیند سو گیا ہے زندگی سے بے خبر سو گیا ہے آ ہا یہ شمع جو جل رہی ہے بجھا کر میں پھر روشن کر سکتی ہوں مگر اس کو بجھا کر پھر روشن نہیں کر سکتی۔
دیکھ لوں جی بھر کے تجھ کو اے روشن چراغ + لیکن اس سے پہلے کر لوں روشن اپنے دل کے داغ
مگر نہیں۔ اس کا زندہ رہنا اچھا نہیں اے خنجر خونخوار خون پینے کے لئے تیار ہو جا انتقام کی اندھیری رات تو، اور تاریک ہو جا اے ظالموں کی نحوست تو میری شریک ہو جا اف خون خون (آہٹ ہونے پر) کون؟ ہاں الو نحوست سب نیند میں ہیں چل اے ہمت مرداں میری مدد آ۔۔۔ نہیں آخری لمحہ چل اے موت کے فرشتے اپنا کام کر (نوشابہ کا حملہ کرنے کی کوشش کرنا اور رستم کا ہاتھ پکڑ لینا)

نوشابہ :۔ کون؟

رستم :۔ ایک انسان
نوشابہ :۔ اگر تو انسان ہے تو دیکھ یہ تیرا دشمن شیطان ہے سو
ہوشیار ہو اب بڑھ کے ستمگر کا کام کر + دشمن پڑا ہے خواب میں قصہ تمام کر
رستم :۔ یہ آپ کی زبان کیا کہتی ہے اس سینہ میں تو دل ہے کہ جس میں آپکی
محبت رہتی ہے ۔
نوشابہ :۔ نہیں نہیں ظالم شوہر کی محبت دل میں نہیں آنکھوں میں رہتی ہے
رستم :۔ مگر اس برائی کا سبب صرف بے وفائی یا اور کوئی برائی ؟
نوشابہ :۔ نہیں مخلوق کی بھلائی اگر دنیا والے میری قبر پہ ٹھوکریں ماریں گے پھر
بھی قیامت کے روز کہوں گی جو وفادار عورتیں ہوتی ہیں وہ اپنی اور
اپنے پیارے کی جان لے کر دوسروں کی جان بچاتی ہیں ۔
رستم :۔ خیر جب دنیا کی بھلائی کے لئے دارومدار ہے تو اس خونی کام کے لئے
یہ نازک ہاتھ نہیں بلکہ یہ پتھر کا ہاتھ درکار ہے جائیے آپ اندر جائیے
نوشابہ :۔ تمہارا قول میرے دل نشین کیونکر ہو
تمہاری بات کا مجھ کو یقین کیونکر ہو
رستم :۔ اے ملکہ ذی وقار، رستم جنگ کا اقرار
نوشابہ :۔ کون رستم بھائی، ناصر کا سپہ سالار بس بس مجھے اعتبار ہے سو
پھرتے نہیں ہو تم کبھی اقرار سے اپنے + لو جاتی ہوں غفلت نہ کرو کام سے اپنے
رستم :۔ انسانوں میں فرشتہ باغ میں گلاب کا پھول تمام جسم میں آنکھ، مبارک
ہیں وہ انسان جو دوسروں کی بھلائی کے لئے اپنی جان گنواتے ہیں دوسروں
کے گھر چراغ جلانے کے لئے اپنا گھر جلاتے ہیں ۔
یارب! ذو کام، ظلو ...ل پر یہ نصیحت اور خالموں کو یہ آرام بس اب
اس کی زندگی میرے حوالے ہے بس ایک ہی وار (سوچ کر) نہیں نہیں ۔
(رستم کا جا کر چنگیز کے سینے پر پیر رکھ کر کہنا)

رستم :- اٹھ چنگیز اٹھ
چنگیز :- کون
رستم :- خبردار اگر ذرا بھی ہلا تو سمجھ رکھنا کہ ابھی خاک میں ملا یہ بالشت بھر کی چھری شمشیر کے لئے خاموش بنا دے گی۔ پھر تجھے گہری نیند میں سلا دے گی۔
چنگیز :- پہرہ گیر
رستم :- چپ شریر پہرہ گیر کے آنے سے پہلے میرا ہاتھ چل جائے گا، یہیں تو ڈھیر ہو جائے گا ایک دم میں روح پھڑکتی ہوگی مجبس نار جہنم میں۔
چنگیز :- مگر اس گستاخی کا سبب؟ تو کون ہے بے ادب؟
رستم :- تیری موت کا جام کیا نہیں سنا رستم جنگ کا نام؟
چنگیز :- کون رستم جنگ آیا؟
رستم :- کیوں کیا خیال آیا جو بدن تھرا رہا ہے کانپتا ہے چنگیز تو تو خدا کے خوف سے بھی نہیں ڈرتا تھا۔ اب کیوں موت کے خوف سے کانپتا ہے؟
چنگیز :- کیا تو میری جان لے گا؟
رستم :- کیا کہا؟
چنگیز :- کیا تو میری جان لے گا؟
رستم :- اگر ایک بات میرے جی میں نہ آتی تو تیری نیند روز حشر تک کھلنے نہ پاتی سے

وہ بھیڑیے ہیں جو سوتوں پہ وار کرتے ہیں
جو شیر ہیں وہ جگا کر شکار کرتے ہیں

(رستم کا خنجر پھینک دینا اور چنگیز کو چھوڑ دینا چنگیز کا اٹھ کر کہنا)

چنگیز :- حیرت تعجب رحم دشمن پر رحم
رستم :- حیرت کا کون سا مقام ہے رحم تو بہادروں کا ایک ادنیٰ کام ہے سے
ایمان یہی آن یہی شان یہی ہے + دنیا میں جواں مرد کی پہچان یہی ہے

چنگیز :- جب قتل کرنا منظور تھا تو پھر یہاں آنا کیا ضرور تھا

رستم :- میں تجھے تلوار و چھری سے مارنے نہیں آیا تھا بلکہ تیرے حلق میں نصیحت کا زہر اتارنے آیا تھا۔

چنگیز :- اگر نصیحت سے ملک و دولت حصول ہو، تو یکبار نہیں بلکہ ہزار بار قبول ہو ؎

ورنہ جب تک رہے انساں میں مکار رہے
اس کی عزت ہے جو اس دہر میں زردار رہے

رستم :- کم بخت زردار تو وہی مقدور ہے کہ جس کے دل سے حرص و لالچ کوسوں دور ہے ؎

دانائی عقل سے ہے سن و سال سے نہیں
زردار دل سے ہوتا ہے کچھ مال سے نہیں

چنگیز :- جب سیکھیں نہیں ہم تو سکھانے سے فائدہ
جب مانے نہیں ہم تو منانے سے فائدہ
جاں تم نے میری بخشی ہے ذکر اس کا اب کرو
مانگو جو مانگتا ہے جو چاہو طلب کرو

رستم :- ہاں مانگتا ہوں اگر تو دے سکے تو تجھ سے دو چیزیں مانگتا ہوں

چنگیز :- اس کا کیا نام ؟

رستم :- ظلم سے انحراف یعنی رحم اور انصاف

چنگیز :- ان پھولوں کی اس باغ میں بو باس نہیں ہے
ان دونوں میں کوئی بھی میرے پاس نہیں ہے

رستم :- تو یہ دل نہیں ہے بلکہ سوکھی ہوئی ڈالی ہے جو پھول و پھل سے خالی ہے او اسیر حرص دو دن کا جینا اور اس پر یہ کینہ، مٹی، پانی سے بنا ہوا دل اور آگ سے بڑھ کر قاتل۔

چنگیز :۔ بس ہو چکا ہو چکا (نوشابہ کا آنا)

نوشابہ :۔ ہیں ہو چکا قتل و خون

چنگیز :۔ خون کس کا خون ؟

نوشابہ :۔ یہ ابھی تک زندہ ہے دغا دغا اد لعین مارا آستین تو نے مجھ سے دغا نہیں کی بلکہ اپنے دلشیں کے بھائیوں سے دغا کی، تو نے مجھ سے دغا نہیں کی بلکہ اپنے شاہ ناصر سے دغا کی۔

چنگیز :۔ ہیں تو کیا ہوا تو ہی اس کو میرے قتل کے لئے یہاں لائی تھی۔

نوشابہ :۔ ہاں میں ہی ہاں میں ہی

رستم :۔ ارے تم اندر جاتی ہو یا محبت بڑھاتی ہو

نوشابہ :۔ تو کیا میں انکار کروں ؟ یہ چھری میری دی ہوئی نہیں ہے

رستم :۔ ارے جا جا گھر میں جا۔

نوشابہ :۔ گھر میں نہیں جانا بلکہ قبر میں جانا ہے ؎

چنگیز :۔ اف محبت میں آگ پانی میں لاگ ؎

ایسی تو بدی راہ میں رہزن نہیں کرتا + ڈالی پہ بیٹھا بوم سے آ مون نہیں کرتا

اپنے سے برا ہو کے یوں بدظن نہیں کرتا + وہ وار کیا تو نے جو دشمن نہیں کرتا

نوشابہ :۔ بد سیر بد شکال میرے دار کا اتنا خیال ہے مگر اپنے وار کا کچھ خیال نہ کیا جو سیکڑوں کا گلا حلال کیا ؟

بھیڑیے بکری کو کبھی اس طرح نہ کھاتے ہونگے + شیر انسانوں کو ایسے نہ چباتے ہونگے

بے گناہوں کو وہ دنیا میں تو دیتا ہے سزا + جو جہنم میں گنہگار نہ پاتے ہونگے

چنگیز :۔ اچھا ؟ اگر تو بھی دشمنوں کی ساتھی ہے تو پھر تیری جان کب بچی جاتی ہے ؟

(چنگیز نوشابہ کو مارنا چاہتا ہے رستم روکتا ہے)

رستم :۔ خبردار

نوشابہ :۔ آہ جان، جان کیا چیز ہے؟ ایک روز نکل جائے گی نہ گئی آج تو کل جائے گی مگر اتنا ہی افسوس ہے کہ دنیا کو تیرے عذاب سے چھڑاتی تو خوشی سے تیری تلوار کھا کر مرتی۔

چنگیز :۔ ہاں اگر میں جانتا کہ تو بیوفا چڑیل ہے تو اس پنجرے کو جو تیرے دل کی رگوں سے بنا ہوا تھا توڑ دیتا تجھ کو اور تیری محبت کو ہمیشہ کیلئے چھوڑ دیتا ہ

رسم الفت کی زمانے سے اٹھا دی تو نے + دوستی کرکے ستم گار دغا دی تو نے
سر سے پیروں تلک اک آگ لگا دی تو نے

نوشابہ :۔ میں نے تو صرف سر سے پیر تک آگ لگا دی ہے مگر تیرے جسم سے تو وہ خوف ناک آگ نکل رہی ہے جس سے جہنم بھی خوف کھا رہا ہے۔

چنگیز :۔ ارے کوئی حاضر ہے؟ لے جاؤ اس کے گوشت کو کاٹ کھاؤ، ہڈی کو چباؤ، خون کو چاٹ لو، اب اگر تاخیر ہوگی تو سمجھ رکھنا تمہاری زندگی بھی اخیر ہوگی۔

رستم :۔ کیسا وحشی ہے انسان کیا حیوان ہے؟ او چنگیز کیا انسان کے پینے کی چیز خون ہے اے چنگیز معاف کر اس پر رحم کر۔

چنگیز :۔ نہیں ہرگز نہیں۔

نوشابہ :۔ ہو چکی میرے دل کی آرزو پوری ہو چکی دنیا کو آخری سلام (رستم کی طرف) او نا سمجھ سردار تجھے بھی سلام (چنگیز سے) اور تجھے بھی سلام او خدا کے سچے گنہگار ہ

نا ملے گی مرض غم کی دوا میرے بعد + پائیگا ظلم و ستم کا تو مزا میرے بعد
یاد آئے گی تجھے میری وفا میرے بعد

(سپاہیوں کا نوشابہ کو لے جانا)

میں جاتی ہوں مگر اتنا کہے جاتی ہوں کہ تو، کبھی اس ظلم وستم کا نتیجہ جلد پائیگا

رستم :۔ اوچنگیز، چنگیز معاف کر اس بے گنہ پر رحم کر

چنگیز :۔ نہیں نہیں رستم میں دشمن سے لڑ سکتا ہوں شیر سے جھگڑ سکتا ہوں مگر دل کے ساتھ نہیں لڑ سکتا ہوں رستم تم نے میری جان کا بچاؤ کیا دشمنی میں دوستی کا برتاؤ کیا

رہیں گے ہم بہم بس استخوان و پوست کی صورت + ملیں گے دشمنوں جیسے رہیں گے دوست کی صورت

رستم :۔ خیر! تو پہلے نوشابہ پر رحم کر پھر میں بھی مان جاؤں گا تیرا دوست بن جاؤنگا

چنگیز :۔ ٹھہر میں تجھ جیسے بہادر کو بے ہتھیار دیکھنا نہیں چاہتا لے اگرچہ یہ ایک دشمن کی دی ہوئی تلوار ہے مگر سچی دوستی کی یادگار ہے بہادری کا انعام کس طرح دینا چاہیئے میں جانتا ہوں

رستم :۔ اور کس طرح دوسروں کی بھول جانا چاہیئے وہ میں جانتا ہوں

(سپاہیوں کو قمر کو لیئے ہوئے داخل ہونا)

سپاہی :۔ اے شہنشاہ ذی حشم ؎

شکار کر کے رنگ ڈھنگ تو جا دیکھ آئے ہم + اور ایک مژدہ آتے ہوئے ساتھ لائے ہم یعنی ایک، دشمن شاہی کو لائے ہم

چنگیز :۔ دشمن کو حاضر کرو

رستم :۔ کون قمر؟

قمر :۔ چچا جان

چنگیز :۔ کون نادر کا جگر بند، پھینک دو شیطان کے بچے کو دریا میں پھینک دو

رستم :۔ چنگیز اس بے گناہ کو رہا کر۔

چنگیز :۔ ہرگز نہیں لے جاؤ، لڑائی کے وقت اس کا سر کاٹ کر نیزے پہ چڑھاؤں گا اور اس کی ماں کو فتح کی سالگرہ دینے جاؤں گا۔

رستم :۔ اف کیسی بیدردی کیسی ناقدری دیکھو دیکھو رستم کسی کے سامنے

آج تک نہیں جھکا وہ آج دکھ کے بوجھ سے تیرے آگے جھکتا ہے معاف کر
اس بے گناہ کو رہا کر

چنگیز:۔ ہرگز نہیں لے جاؤ۔

رستم:۔ چنگیز میں تجھ سے بھیک مانگتا ہوں بھیک

چنگیز:۔ کیا

رستم:۔ اس کی جان

چنگیز:۔ خلاف ارمان (رستم کا جھپٹ کر قمر کو اٹھا لینا اور تلوار نکال لینا)

رستم:۔ تو یہ تلوار تیری دی ہوئی نہیں ہے بلکہ خدا کی بخشی ہوئی غیبی مدد ہے او
بدخصال لے اب سنبھال

(سپاہیوں کا رستم کے ساتھ لڑنا)

چنگیز:۔ میری تلوار، میری تلوار لینا، بچہ جانے نہ دینا
(رستم کا لڑتے لڑتے پل پار کر جانا پل پر بجلی گرنا پل کا ٹوٹ جانا
اور رستم کا دوسری طرف کھڑے دکھائی دینا)

ڈراپ سین

باب تیسرا — پردہ پہلا

محل ناصر الدولہ

(مہ جبیں کا حالت بیہوشی میں نظر آنا اور سہیلیوں کا تسلی دینا

سہیلیوں کا گانا۔ اے من دھیر دھر موری سجنی، من دھیر دھر موری سجنی
دن رین جیت بیتی
رو رو کے بیتی چھتیاں، تڑپے چین نہیں دن رجنی
تمہارے نزاری موری پیاری، سن سن میں آفت ہے پیر

سلہ رونا

دکھ ساگر سے پار ہی تو ہے داتا لگا دے بیڑا

سہیلی نمبر ا:- دو ہی دن میں چاند سی صورت گہن میں آگئی

سہیلی ا:- بھنا بھنا شاہ آئے

" ۲:- بیچ ا ہائے

" ا:- تیرے سر کی قسم

" ۲:- شکر ہے لیکن ادھر نہ آنے دینا ان کے قدم

" ا:- گل سے ملنا کیا برا ہے بلبل بے برگ کا

" ۲:- یک بیک ملنے سے ڈر ہوتا ہے شادی مرگ کا

ناصر:- کیا بہت ہی حالت تباہ ہے

چھوٹو:- اب تو خدا پر نگاہ ہے

ناصر:- آخر کچھ اس کی وجہ بھی پائی

سہیلی ۲:- آپ کا صدمہ اور قمر کی جدائی

ناصر:- افسوس

ایک آفت ہے تو مر مر کے ہوا تھا جینا
پڑ گئی اور یہ کیسی مرے اللہ نئی

چھوڑ دو میرے ناصر کو چھوڑ دو قمر میرا قمر!

سہیلی:- جی

مہ جبیں:- میرا قمر کہاں ہے؟

سہیلی ا:- جی رستم جنگ کے پاس

مہ جبیں:- کون رستم جنگ

سہیلی ۲:- آپ کا وفادار

مہ جبیں:- نہیں نہیں میرے لئے وفادار نہیں ہے حرص دار ہے عصمت شکار ہے

آدیابانی بر سا تر سا ناصر آفتاب سے لڑتا ہے چاند میرے قمر کو بچاتا ہے اور
ستارو میرے لال کو نا مارو نہ مار دہاگ آگ لگی آگ۔

سب کہاں کہاں

مہ جبیں وہ وہ وہاں وہاں

ناصر:۔ واہ رے گردش ایام کیسا جنون ہے۔ سچ ہے۔
فدا کسی پہ کسی کا غرض بحبیب نہ ہو + یہ داغ وہ ہے جو دشمن کو بھی نصیب نہ ہو

مہ جبیں کا گانا:۔ تمہیں کون ان ریت سکھائی + سن ساجن موری سندھ بسرائی
اے آسمان ظالم ستی بن ستی اتی درگتی تن من دھن تج کر بن بس ذلیل چھین کون گئی
تڑپ تڑپتی کھن اب رہت کہاں ہم اسکے درشن
تمہیں کون ان ریت.......

مہ جبیں:۔ نورانی مشعل رات آگئی۔ تاریکی چھاگئی حسرت وارمان نے گھیرا ہے قبر اندھیرا ہے
غم نے جلایا جسم کو تو، جان کو جلا + گزری ہے آدھی رات اب ارمان کو جلا
(اپنے آپ کو جلانا چاہتی ہے)

ناصر:۔ مہ جبیں، مہ جبیں

مہ جبیں:۔ پناہ یا رب العالمین اے ارمان وارواح کے پاک فرشتو مجھے بچاؤ مجھے بچاؤ

ناصر:۔ مہ جبیں تمہارے سامنے یہ جو حاضر ہے کوئی غیر نہیں بلکہ تمہارا شوہر ناصر ہے۔

مہ جبیں:۔ نہیں نہیں ناصر کو تو موت نے کھایا قبر نے دبایا تم اس کی روح ہو یا کیا ہے
(رستم کا قمر کو لیے ہوئے داخل ہونا)

رستم:۔ کیوں خیر ہے

ناصر:۔ خیر ہے یا خدا کا قہر ہے، قسمت کا پھیر ہے

قمر:۔ امی جان امی جان

مہ جبیں قمر میرا قمر۔ مگر تو کون ہے.... قمر کی روح قمر کا کبھوت ہٹ جاؤ
پلٹ جاؤ

رحم مجھ پر رحم ..... (شیلہ)

باب تیسرا

پردہ دوسرا

مکان حماقت بیگم

حسینہ :- جھنجھٹ! کیا سچ مچ نحوست دیوانی ہوگئی ہے؟

جھنجھٹ :- ارے دیوانی کیسی وہ تو سچ مچ پاگل ہوگئی ہے دیکھنا اسکے پاس نہیں جانا نہیں تو مار بیٹھے گی، تو یہ لکڑی اپنے پاس رکھو کام آئے گی

(نحوست کی آواز آنا)

نحوست :- جھنجھٹ جھنجھٹ

جھنجھٹ :- کون ہے

نحوست :- دروازہ کھول میں نحوست ہوں

جھنجھٹ :- بیگم صاحبہ دیکھو وہ دیوانی آپہنچی، خبردار ہو جاؤ ذرا دور سے بات کرو نزدیک نہ جاؤ

حسینہ :- جھنجھٹ تو سچ کہتا تھا۔ یہ تو سوائے جوتی کے بات ہی نہیں کرتی

جھنجھٹ :- تو کیا میں جھوٹ کہتا تھا۔

حسینہ :- بندگی بانو صاحبہ

نحوست :- چل دور ہو شیطان زادی، کیا دھوکا دے رہی ہے مارنے آئی

حماقت :- بانو میری بات تو سنو آپ مجھ سے بھاگتی کیوں ہیں

نحوست :- تیرا ستیاناس ہو تیرا مردہ سڑے تیرا جانے والا مرے

جھنجھٹ :- آئیں آئیں دیکھو اپنے بیٹے کو کیسا کوستی ہے

حماقت :- ارے تو، کیسی دیوانی ہے کیا میرے گھر چڑھ کر مجھ سے لڑنے آئی ہے

نحوست :- نہیں تو کیا تو، لڑے گی

حماقت :- نہیں تو کیا تو لڑے گی

نخوست :۔ دیکھی یہ جوتی ؟

حماقت :۔ دیکھی یہ لکڑی ؟

جھنجھٹ :۔ ہاں اب تیغ چلی (نخوست اور حسینہ کا آپس میں لڑنا)

سلیم :۔ ہیں ہیں کیا ہے ؟ کیا ہے ؟

حسینہ :۔ اوں اوں دیکھو تمھاری ماں میرے گلے پڑ گئی ہے اور کہتی ہے کہ تو نے میرے شوہر کو بھیلا یا ہے لبھایا ہے ۔

سلیم :۔ ارے نہیں اماں جان اس نے نہیں بھیلا یا لبھایا بلکہ وہ خود دیوانے ہو گئے ہیں وہ دیکھیے وہ سامنے سے آتے ہیں ۔

(سب کا چھپ جانا حماقت کا کھنگی کے بھیس میں داخل ہونا)

حماقت :۔ کمبخت ہائے ہائے کرکے سب سیٹھیوں سے گردن چھوٹ نہ کھنگی بننے کی نوبت آئی یہ کہیہ کہ محلے کے مہتر سے پرانی دوستی تھی تو یہ پوشاک بھی مل گئی ورنہ جھاڑو، ٹوکری نہیں ملتی ۔ چلو جی ..... ادھر سامنے سے حسینہ آتی ہے ذرا سنہ کی گرد و رد صاف کر ڈالوں

حسینہ :۔ ادھر تم موجود ہو گئے حسین زمانہ

حماقت :۔ کہو جاناں، بندگی قبول فرمانا سچ بتانا آج کیسے ٹھاٹ سے ہوا آنا جیسے ہی آپ کا حکم پایا فوراً کھنگی بن کر یہاں چلا آیا

حسینہ :۔ کھنگی، پیارے خدا نہ کرے کل کو اگر فوج کی نوکری چھوٹ جائے گی تو گنڈا ماسٹر بن جاؤ گے

حماقت :۔ او کیا گنڈا ماسٹر سے رفتہ رفتہ میونسپلٹی کے ممبر بن جائیں گے اپنے غریب بھائیوں کی گردن پر چھری پھرائیں گے جو دس پیسے نہ دے سکیں گے اس پر دس روپے کا ٹیکس لگائیں گے اپنی عزت و حرمت بڑھائیں گے اور بجائے حماقت بیگ کے عوض خان بہادر حماقت بیگ کہلائیں گے

گانا

صورت میں سیرت میں چینڈا، ہر فن میں کامل ہے بندا
شکل مچھندر، عقل میں بندر فاضل قلندر واہ جی واہ
بن کے ستمبیر، گھر گھر پھر کر، ٹیکس لگائے گا بندا، واہ وا خوب نکالا یہ دھندا
بڑے بھلے ہیں سب کے گلے میں ٹیکس کا ڈالوں گا پھندا... صورت میں سیرت میں
ساروں میں، یاروں میں کھنگی تیاروں میں، دھوبی کمہاروں میں پاؤں گا نام
کرسی پہ بیٹھوں گا، یاروں سے اینٹھوں گا، دولت سمیٹوں گا صبح و شام
خان بہادر بن کے ڈریوں گا زر لوں گا گھر رشوت سے بھر لوں گا
بیاں چلو گلشن کے، میری تیری جوڑی ایک اندھا ایک کوڑھی مطلب پائینگے من کے
صورت میں سیرت میں ....

تسلیمہ :۔ سامنے سے کون آتا ہے شیطان، تم جھاڑو دینا شروع کرو میری جان
جھنجھنٹ :۔ تمام گھر میں کوڑا پھیلا رکھا ہے وہ دیکھئے وہاں کھڑا ہے اے اے
حماقت :۔ ارے ارے مار ڈالا مار ڈالا
جھنجھنٹ :۔ کون ہے؟ ارے جناب والا
حماقت :۔ ہٹ تیرے باپ کا منھ کالا
جھنجھنٹ :۔ میں تو سمجھا کہ گھر کا جھاڑو والا، یہ جناب یہ آپ نے کیا سوانگ نکالا
حماقت :۔ اے سوانگ نکالا۔ محبت نے اس علت میں ڈالا
جھنجھنٹ :۔ وہ دیکھئے حسینہ آگئی جناب والا
حماقت :۔ ہیں ہیں یہ تو اتنی دیر میں اتنی بڑھ گئی ہاں شاید شادی کی خوشی رگ رگ میں چڑھ گئی جو دو منٹ میں اتنی بڑھ گئی۔ اجی ادھر کہاں جاتی ہو ادھر تو آؤ ذرا منھ تو دکھاؤ
سلیم :۔ اونہہ اونہہ
حماقت :۔ اجی کیسی اونہہ اونہہ دکھاؤ تو منھ
سلیم :۔ اول ہوں

حماقت: میں پھر وہی ادل بول ۔

خیال مجھ کو کچھ ایسے رشک حور ہوتا ہے + خدا معاف ہو مجھسے قصور ہوتا ہے

سلیم: تبھی آج رنج جدائی کا دور ہوتا ہے ۔ ۔ اپنے بازوؤں میں جکڑتا ہے

حماقت: ارارارا چھوڑ بدن سارا چور ہوتا ہے ہیں ہیں یہ اس میں اتنی طاقت کہاں سے

آگئی اری تو، کون ہے، برقعہ تو کھول اری ....

سلیم: اجی یہ تو میں ہوں آپ کی سبز پری

حماقت: جی واہ جناب تو آپ نے اپنے بیوقوف باپ کی طرح مجھے بھی بیوقوف بنایا

سلیم: اجی معاف کیجئے، جناب میرے دل میں آیا کہ آپ سے دل لگی کروں اسلیئے میں

نے یہ سوانگ نکالا کچھ اور خیال نہ کیجئے جناب والا

حماقت: اجی آپ بھی کس بات کو لیئے مرتے ہیں سسرال میں تو سب لوگ دولہا کی دل لگی

کرتے ہیں مگر ہاں جناب وہ آپکے بیوقوف باپ کی داستان تو کیجئے بیان ۔

سلیم: ہاں وہ خط تلک آئی تھی نہ

حماقت: جی ہاں

سلیم: پھر وہ خط پانے کے بعد میری معشوقہ کے پاس جا پہنچے اور بندہ بھی وہاں جا پہنچا ۔

حماقت: کون ؟ آپ جا پہنچے اور وہ بھی آپ کے بیوقوف باپ نے آپکو نہ پہچانا

سلیم: اجی ! ذرا بھی نہیں جانا

حماقت: ہت تیرے گدھے کی ایسی تیسی

سلیم: پھر مارے غصہ کے مجھ سے نہ رہا گیا تو میں نے اپنی پوشاک یوں اتار ڈالا اور جو ایک

نقلی داڑھی شکل بدلنے کے لئے لگائی تھی اسکو بھی یوں نکال ڈالا تب معلوم ہوا کہ یہ سلیم تھا

حماقت: کون سلیم ؟ اور یہ کون نحوست اس کو کس نے یہاں لا کھڑا کیا تھا کمبخت نے میرا

ڈیرا اڑانے کو پہلے ہی بارود بچھا رکھا تھا

سلیم: کیوں اباجان اب کیسی کہی

حماقت: بری کہی

نحوست :۔ کیوں رے موئے یہ کیا ڈھنگ نکالے۔
جھنجھٹ :۔ ارے چھوڑ چھوڑ میرے کان توڑ ڈالے
نحوست :۔ موئے ناپاک اتنی لمبی داڑھی اور جھاڑ دوالے کی پوشاک
حماقت :۔ نحوست داڑھی چھوڑ نہیں تو چلو بھر پانی میں ڈوب کر مر جاؤں گا
نحوست :۔ مر جاؤں گا ؟
سلیم :۔ چھوڑ دو اماں جان یہ سب موذی جھنجھٹ کی کارستانی ہے
حماقت :۔ ہاں ورنہ میں سیدھا سادھا بھولا بھالا
حسینہ :۔ اسی نے مجھ سے کہا تھا کہ نحوست دیوانی ہے
نحوست :۔ اور مجھ سے بھی اسی نے کہا تھا کہ حسینہ دوانی ہے
جھنجھٹ :۔ تو اس میں کیا حیرانی ہے یاروں کی کارستانی ہے ذرا ہنسنے ہنسانے کی کہانی ہے
حماقت :۔ ٹھہر جا بچہ میں تیری ٹانگ توڑے دیتا ہوں
جھنجھٹ :۔ ارے میرے باپ رے
سلیم :۔ جانے دو ابا جانے دو
حماقت :۔ ہمت تیرے کی سب بھاگ گئے ہا ہا ہا۔
نحوست :۔ موئے اتنی ذلت پا کے بھی ہنستا ہے۔
حماقت :۔ دیکھ نحوست داڑھی کی دل لگی اچھی نہیں ورنہ مارا ماری ہو جائے گی
(نحوست کا داڑھی پکڑے ہوئے لے جانا)

باب تیسرا پردہ تیسرا

جنگل

(چنگیز کا مع فوج کے آنا)

چنگیز :۔ ناکامی، بدنامی ذلت شکست، سپاہی اور عورت دونوں لمز درہ نام کے ساتھی اور کام کے چور دشمن بڑھتے ہی جاتے ہیں کون ؟ رستم جنگ آیا کیسا دلیر کیسا شیر کاش اس آدمی سی ہمت میرے سپاہیوں میں بھی ہوتی۔ کون میرے سپاہی کہاں
سپاہی نمبر ا :۔ قہر الہی جہاں پناہ قہر الہی

چنگیز:۔ قہر الٰہی! یہ میں کیا سنتا ہوں میرے ہوش اڑے جاتے ہیں دماغ میں چکر آتے ہیں

سپاہی ۲:۔ جہاں خاقاں، زندگی کے ارماں، موت کے طوفان ہمارے قدم نہیں جمنے دیتے اس آن

(سامنے سے ناصر کا دکھائی دے جانا)

چنگیز:۔ کون؟ میرا شکار، ناصر بدشعار۔ تو

او امیدوں کو میری خاک بنانے والے + ہے کہاں بول تیری جان بچانے والے

ہوتا ہے خاتمہ تیرے کبر و غرور کا

سپاہی نمبر ۱:۔ لائیے سر کاٹ لوں اس پر غرور کا

چنگیز:۔ نوشابہ کو آتا ہوا دیکھ کر) کون خونخوار دیوانی، مرنے کے بعد چڑیل

نوشابہ:۔ نہ جب تلک تو، نزار ہو گا + ذلیل و رسوا نہ خوار ہو گا

نہ چین پاوے گی روح میری نہ صبر دل سے دو چار ہو گا

نہ تیرا جب تک مزار ہو گا نہ ہو گی رنج و الم سے سیری

ہمیشہ خالی مزار ہو گا نکل کے بھٹکے گی روح میری

چنگیز:۔ رکھتی ہے بعد مرگ جفا کار کا اثر + کیا خوف ہے اس تیری گفتار کا اثر

کرتی ہے روح میری تو لیتا ہوں امتحاں + ہو گا نہ تیرے جسم پہ تلوار کا اثر

سپاہی ۱:۔ لے لو عوض میں اپنے برادر کے خون کا

چنگیز:۔ رستم یہ تو نے کام کیا کیا جنون کا

رستم:۔ حالت دگر نتیجہ ہے بد کام کا یہی + دنیا میں اہل ظلم کا انجام ہے یہی

نوشابہ:۔ نکوئی اور بھلائی کا جو کہ یار نہیں + وہ اس جہاں میں کسی کا کبھی دوستدار نہیں

چنگیز:۔ رستم میرا غصہ تجھ کو دوست سمجھ کر چھوڑتا ہے اور تو مجھ پر یہ ستم توڑتا ہے

لیتا ضرور اسکا عوض تیری جان سے + مجبور ہوں کہ دوست کیا ہے زبان سے

رستم:۔ جہاں میں تیرے ستم سے مچا اندھیرا ہے + جہاں کا گر ہے تو، دشمن تو پہلے میرا ہے

چنگیز:۔ جیرے دیتا ہے جگر میں نشتر جبار ستم + یوں سمجھتا گر نہیں تو اب سمجھ تلوار سے

(چنگیز کا اور رستم کا لڑنا چنگیز کی تلوار گر جانا)

رستم :- بول اب تیرا وہ غرور گیا ؛ نشہ ظلم کا کدھر گیا

ناصر و نوشابہ :- رحم بہادر رستم رحم

رستم :- عالی جاہ اگر اس نے آج تک کسی پر رحم کر کے دکھایا ہوتا تو مجھے بھی آج اس پر رحم آتا

چنگیز :- سب سے بڑا رحم تو یہ ہے کہ کسی طرح تیرا سینہ چاک کر ڈالو

ناصر :- نہیں نہیں اسے اتنی مہلت دو کہ یہ اپنے گناہوں سے توبہ کر لے

رستم :- خیر لاچاری بجا لاتا ہوں حکم سرکاری

میری ناکامی قسمت نہ کسی آن گئی + جان کس کام کی جب آن گئی شان گئی
نہ تو شیشہ ہی ملا اور نہ ساغر پایا + ساقیا تیری محفل سے چلے بھر پایا

نوشابہ :- ہیں کیا ہے ؟

ناصر :- کچھ خیر ہے ؟

چنگیز :- دیکھ لی دنیا بس ملک عدم کی سیر ہے

رستم :- کیوں ؟ قتل کی دہشت طاری ہوئی جو خودکشی کی تیاری ہوئی

چنگیز :- اف اگر قتل سے ڈرتا تو خودکشی کر کے کیوں مرتا

کانپتے بیٹھے تھے میرے ہر کوہ اور انبوہ میں + زلزلہ تھا نام سے میرے زمین و کوہ میں
بھاگتے تھے مردِ میداں ٹھوکریں کھاتے ہوئے + شیر میرے سامنے آتے تھے تھراتے ہوئے
لیک قسمت سے یہ سارا ولولہ جاتا رہا + ایسی ذلت دی کہ جینے کا مزہ جاتا رہا

ناصر :- اے کاش ! اگر یہ پہلے خیال ہوتا تو آج تک اتنا ظلم و خون کیوں ہوتا

چنگیز :- عزیز ناصر میرے پچھلے گناہوں کی یاد میرے دل میں چھریاں چبھو رہی ہے ندامت میں ڈوبی ہے

بروز حشر نہ لوگوں میں شرمسار کرے + دعا کرو کہ خدا میرا بیڑا پار کرے

رستم :- اے بہادر سردار اب آپ کو بھی اس بے گناہ کی طرف سے دل صاف کرنا چاہیے جب میں آپکی خوابگاہ سے خنجر لے کر فرار ہوا تو انہیں سپاہیوں سے راستہ میں دوچار ہوا جو آپ کا حکم بجا لاتے تھے یعنی اس بیگناہ کو قتل کیا چاہتے تھے، پہلے تو ان کو سمجھایا جب انکے خیال میں نہ آیا تو میں نے ان سے لڑ کر نوشابہ کو چھڑا لیا ۔

چنگیز:۔ شاباش نوشابہ میں خدا کے علاوہ تیرا بھی گناہگار ہوں معافی کا طلبگار ہوں
نوشابہ:۔ اٹھو پیارے شوہر اٹھو مجھے ایک ساعت وہ خوشی حاصل ہوئی ایکسر تو
تمہارا راہ نیک پر آنا دوسرا بہن امر جبیں کا حکیم کے علاج سے دوبارہ ہوش میں آنا
چنگیز:۔ عزیز ناصر میری خوشی ہے ایک خوشی کا دربار منعقد ہو جس میں میرے ہاتھ
سے تاج تمہارے زیب سر ہو۔
ناصر:۔ جیسی مرضی

باب تیسرا آخری دربار پردہ چوتھا

چنگیز:۔ دنیا کی بادشاہی سروری تاج و عدالت گستری
مل کر مبارک باد دیں جن و ملک حور و پری
تاحشر محو دار رہو ہر رنج سے آزاد ہو
درواز عمر بیدار ہو، بادشاہ جہاں کی سروری
سب:۔ شادماں شادماں، دل شاد ہو آباد ہو، تاحشر محو دار ہو، دراز عمر بیدار ہو،
بادشاہ جہاں کی سروری
حماقت:۔ حضور آپ نے تو تاج پہنایا مگر بندے کو کچھ انعام نہ عطا فرمایا
عقل دیتے وقت اللہ میاں بھول گئے اور اب انعام دیتے وقت آپ بھی
بھولے جاتے ہیں کورا ٹرخاتے ہیں۔
چنگیز:۔ سچ ہے سچ ہے مرزا صاحب آج ایسا خوشی کا دن آیا اور آپ نے انعام نہ پایا
حماقت:۔ نہیں حضور ابھی تک تو کچھ نہ پایا۔
چنگیز:۔ مل جائے گا مل جائے گا۔
جھنجھٹ:۔ اچھا چلو آج سے آپ کو گھسیاروں کا جمعدار بنایا۔
حماقت:۔ چپ بے نالائق سہیلیاں ۔ مبارک تمھیں شادی و شادمانی
(سہیلیوں کا ناچنا اور گانا پردے کا دھیرے دھیرے گرنا) (ختم شد)

کتابیات

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف / مرتب	مطبع / ناشر	سال تصنیف / سنہ اشاعت
(۱)	آفتاب محبت	آغا حشر کشمیری	جواہر اکسیر پریس بنارس	سنہ ۱۸۹۷ء
(۲)	آغا حشر اور ان کے ڈرامے	سید وقار عظیم	اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی	سنہ ۱۹۷۸ء
(۳)	اسیر حرص	آغا حشر	دیا سنگھ اینڈ سنز لاہور	سنہ ۱۹۱۵ء
(۴)	اردو میں ڈراما نگاری	بادشاہ حسین	شمس المطابع پریس حیدرآباد	سنہ ۱۹۳۵ء
(۵)	اردو میں ڈرامہ	ڈاکٹر قمر رئیس	سرسید بک ڈپو علی گڑھ	فروری سنہ ۱۹۶۳ء
(۶)	اردو ڈرامے کی تاریخ و تنقید	عشرت رحمانی	ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ	سنہ ۱۹۷۵ء
(۷)	اردو ڈرامہ روایت اور تجربہ	ڈاکٹر عطیہ نشاط	نیشنل آرٹ پریس الہ آباد	سنہ ۱۹۷۳ء
(۸)	آغا حشر کاشمیری اور ان کے ڈرامے	مظفر حسین شمیم	انارکلی کتاب گھر لاہور	سنہ ۱۹۵۷ء
(۹)	اردو تھیٹر (جلد ۱)	ڈاکٹر عبدالعلیم نامی	انجمن ترقی اردو کراچی	سنہ ۱۹۶۲ء
(۱۰)	اردو کا پہلا ایک بابی ڈرامہ اول	ڈاکٹر فصیح احمد صدیقی	علوی بک ڈپو بمبئی	جولائی سنہ ۱۹۷۳ء
(۱۱)	ڈرامہ دوم	"	"	اپریل سنہ ۱۹۷۳ء
(۱۲)	آغا حشر کاشمیری اور اردو ڈراما	ڈاکٹر انجمن آرا انجم	ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ	سنہ ۱۹۷۹ء
(۱۳)	آغا حشر اور ناٹک ([illegible])	عبدالقدوس نیرنگ	یوپی سنگیت ناٹک اکاڈمی لکھنؤ	سنہ ۱۹۸۰ء
(۱۴)	باپ کا گناہ	حکیم احمد شجاع	تاج کمپنی لاہور	سنہ ۱۹۲۴ء

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف / مرتب	مطبع / ناشر		سال تصنیف سن اشاعت
(۱۵)	ببلیوگرافیا اردو ڈراما	ڈاکٹر عبدالعلیم نامی	اورینٹل کالج	بک ڈپو بمبئی	نومبر سنہ ۱۹۶۶ء
(۱۶)	تاریخ نظم و نثر اردو	آغا محمد باقر ایم اے	آزاد بک	ڈپو امرتسر	سنہ ۱۹۳۵ء
(۱۷)	چہرے	شورش کاشمیری	بہادر شاہ مار	کیٹ کراچی	۔
(۱۸)	حسرت موہانی حیات اور کارنامے	ڈاکٹر احمد لاری	اردو نشان نظام	پور گورکھپور	سنہ ۱۹۷۳ء
(۱۹)	گلزار نسیم مثنوی	پنڈت دیا شنکر نسیم	رام نارائن لعل	بینی مادھو الہ آباد	سنہ ۱۹۶۸ء
(۲۰)	لکھنؤ کا عوامی اسٹیج	مسعود حسن رضوی ادیب	نظامی پریس	لکھنؤ	سنہ ۱۹۶۷ء
(۲۱)	لکھنؤ کا شاہی اسٹیج	"	"	"	"
(۲۲)	ناٹک ساگر	نور الٰہی محمد عمر	شیخ مبارک	علی لاہور	سنہ ۱۹۲۴ء
(۲۳)	ہندوستانی ڈراما	صفدر آہ	مکتبہ جا	معہ دہلی	سنہ ۱۹۶۲ء
(۲۴)	یادگار فرحت	کلام زبانی	فرحت میموریل	کمیٹی حیدرآباد	سنہ ۱۹۵۱ء
(۲۵)	اردو کے اہم ڈراما نگار (آغا حشر)	ابراہیم یوسف	مالوہ پبلشنگ	ہاؤس بھوپال	سنہ ۱۹۸۲ء
(۲۶)	یادگار حشر	جمیل احمد کند طرزی	نارائن دت سہگل	اینڈ سنز لاہور	سنہ ۱۹۳۴ء
(۲۷)	تجلیات حشر	سید محمد فضل احمد رزمی	تاج کمپنی	لاہور	۔
(۲۸)	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible] سنہ ۱۹۶۷ء
(۲۹)	آغا حشر کے ڈراموں کا تنقیدی مطالعہ	ڈاکٹر محمد شفیع بھوپالی	اردو پبلشرز	لکھنؤ	زیر طبع

English Books.

1. The Dramatic works of Rechard brinsly sheriden. Oxford University Press London, Newyork and Toronto 1906

2. The History of the Indian National Cong. Vol. I
Palla Bhai Sita Ramayya.
Padam Publications Ltd. Bombay 1946.

3. A Story of English Literature
By Arther Compton-Rickett
Pub. Thomas Niksan & Sons 1956

اس کے علاوہ اردو ہندی اور انگریزی کے متعدد رسائل، اخبارات سے استفادہ حاصل کیا گیا ہے مثلاً اردو میں،

آجکل دہلی، ادب لطیف لاہور، ادبی دنیا لاہور، قومی راج کلکتہ، قند بمبئی شاعر بمبئی، فروغ اردو لکھنؤ، فنون لاہور، کارواں لاہور، چونچ کلکتہ، نگار لکھنؤ چندن کانپور، نوائے ادب بمبئی، ہمدرد کاشمیر، نیرنگ خیال لاہور، تحریک دہلی مشرب کراچی، ساقی دہلی، اور ہمایوں لاہور وغیرہ ہندی میں ان رسائل و اخبارات سے فائدہ اٹھایا گیا۔

1. दैनिक मध्य प्रदेश डा० गनेशी प्रसाद झांसी १९६०
2. आरंभ का नशा आग़ा हश्र काश्मीरी बरसाती १९३६
3. 'माधुरी' अमादत मेहर लखनऊ १९२८
4. दैनिक जागरण कानपुर दुर्गा प्रसाद कानपुर १९६६
5. रंग भारती आग़ा हश्र विशेषांक डा० अंजान (परिचय, व्यक्तित्व और कृतित्व) लखनऊ [illegible]
6. हिन्दी नाटक उद्भव एवं विकास डा० दशरथ ओझा

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابوں رسالوں اور اخباروں سے فیض [illegible] کیا گیا ہے۔

Iqbal Library
Acc. No. 257632
Dated 27-2-86


Allama Iqbal Library

257632





ALLAMA
IQBAL LIBRARY
UNIVERSITY OF KASHMIR
HELP TO KEEP THIS BOOK
FRESH AND CLEAN